ربیع الاول / ربیع الثانی
علم کا ذوق، عمل کا شوق بڑھانے والا بچوں کا رسالہ
ستمبر 2025

ماہ نامہ

ذوق و شوق

کراچی

اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی تحریر ماہ نامہ "ذوق وشوق" کی زینت بنے تو مندرجہ ذیل چیزوں کا خیال رکھیے:

تحریر کی پیش کش:

☆ اگر آپ ڈاک کے ذریعے تحریر بھیج رہے ہیں تو کسی بھی صاف ستھرے صفحے پر ایک طرف لکھیے۔

☆ صفحے کے آغاز میں اپنا نام، رابطہ نمبر اور مکمل ڈاک پتا واضح لکھیے۔

☆ ہر تحریر علاحدہ صفحے پر لکھی جائے، مختلف عنوانات کو ایک ساتھ نہ ملایئے۔

☆ اگر نظم لکھ رہے ہیں تو بھیجنے سے پہلے کسی ماہر شاعر کو دِکھا لیجیے۔

☆ اسلامی یا تاریخی واقعات کے آخر میں مکمل مستند حوالہ ضرور دیجیے۔

☆ کہانی، نظم یا مضمون خود لکھیے، کسی جگہ سے نقل کردہ مواد نہ بھیجیے۔

تحریر بھیجنے کے طریقے:

☆ تحریر ہمیں واٹس ایپ (0300-2229899) یا ای میل (zouqshouq@hotmail.com) کے ذریعے بھی بھیج سکتے ہیں، مگر اُس میں اپنا مکمل نام، ڈاک پتا اور رَابطہ نمبر ضرور شامل کیجیے۔

☆ بذریعہ ڈاک اپنی تحریر اِرسال کرنے سے پہلے اس کی ایک عدد فوٹو کاپی اپنے پاس ضرور رکھ لیجیے اور اَصل کاپی ہمیں بھیجیے۔

☆ تحریر ای۔میل یا واٹس ایپ کے ذریعے بھیج رہے ہوں تو تحریر کی ٹائپنگ درست ہو، پیراگراف واضح ہوں۔ ہر لفظ کے بعد فاصلہ ہو، ختمے کے بعد فاصلہ ہو، نہ کہ ختمے سے پہلے۔ دیگر رُموزِ واَوقاف میں بھی اسی اصول کا لحاظ رکھیے۔

☆ اگر کسی تہوار یا خاص دن کی مناسبت سے تحریر بھیجنا چاہتے ہیں تو کم از کم دو ماہ پہلے بھیجیے۔

تحریر کے بنیادی اصول:

☆ تحریر میں غیر ضروری سخت الفاظ، بدتمیزی، بے ادبی یا غیر مہذب الفاظ شامل نہ ہوں۔

☆ تحریر میں فلم، گانوں، یا کسی بھی قسم کی غیر شرعی تقریبات کا ذِکر نہ ہو۔

☆ کہانیوں میں ایسا مواد شامل نہ ہو جو بچوں کی تربیت پر غلط اثر ڈالے۔

☆ تحریر میں نامحرم مرد و عورت کا میل جول نہ دکھایا جائے۔

☆ اخلاقیات کا خیال رکھا جائے۔

☆ غیر ضروری تفصیل نہ ہو۔

☆ قرآن و حدیث یا کسی مشہور شخصیت کے اقوال شامل ہوں تو مصدقہ حوالہ ضرور دِیا جائے۔

☆ تحریر میں تخلیقی انداز اَپنائیں، مواد دِل چسپ، معلوماتی اور بچوں کی عمر کے لحاظ سے ہو۔

بچوں کے ادب کے لیے خصوصی ہدایات:

☆ کہانیاں سبق آموز، دل چسپ اور مزاحیہ انداز میں لکھی جائیں، تاکہ بچے ان سے محظوظ ہوں۔

☆ تخیل کا بہترین استعمال کریں، لیکن ان کا اخلاقی پہلو مثبت ہو۔

☆ نظموں میں روانی اور آسان الفاظ کا استعمال کریں، تاکہ بچے انھیں یاد کر سکیں۔

☆ اگر کوئی سائنسی معلومات پر مبنی تحریر ہو تو اُسے کہانی یا دِل چسپ انداز کی شکل میں پیش کریں، تاکہ بچے آسانی سے سمجھ سکیں۔

☆ کوئی ایسی تحریر نہ بھیجیے جس میں خوف، مایوسی یا منفی رویے کو فروغ دیا گیا ہو۔

(ادارہ)

(مفہوم آیت، از سورۂ بقرہ: 152)

’’تم مجھے یاد کرتے رہو، میں بھی تمھیں یاد کرتا رہوں گا۔‘‘

عزیز دوستو! یہ آیتِ مبارکہ ہمیں ایک بڑی اہم بات سکھا رہی ہے اور وہ یہ کہ ہم اپنے دل میں اپنے اللہ کی یاد بسالیں۔ ہر کام میں اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کی فکر ہو۔ کتنا خوش نصیب انسان ہے نا وہ جس نے اللہ تعالیٰ سے دوستی لگالی، اللہ تعالیٰ کو اپنا دوست بنالیا، اُسے اللہ تعالیٰ کی یاد اور اللہ تعالیٰ کا دھیان نصیب ہوگیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا دھیان ایک ایسا زبردست نسخہ ہے جو ہمیں ہر بُرے کام سے باز رکھے گا، پریشانی میں اطمینان دے گا، خوف میں امن کا احساس پیدا کرے گا، بے چینی میں سکون عطا کرے گا۔

عزیز دوستو! جسے اللہ تعالیٰ کے دھیان کی دولت مل جاتی ہے وہ نمازیں وقت پر اَدا کرتا ہے، موبائل کا غلط استعمال نہیں کرتا، کسی کو بُرا بھلا نہیں کہتا، اپنے والدین کا ادب کرتا ہے، اپنے استاد کا کہنا مانتا ہے، اپنے بہن بھائیوں کا خیال رکھتا ہے۔ کبھی اسے شیطان کسی غلط کام کی طرف لے جانا بھی چاہتا ہے تو اُسے اللہ تعالیٰ یاد آجاتے ہیں اور وہ اپنے دل میں کہنے لگتا ہے کہ میں نے یہ غلط کام کیا تو میرے اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہوجائیں گے اور میں تو اپنے اللہ تعالیٰ کو کبھی ناراض نہیں کرتا۔

تو یہ ہے اللہ تعالیٰ کی یاد اپنے دل میں بسا لینے کی برکت! اِس پر ہمیں ایک زبردست انعام بھی ملتا ہے اور وہ یہ کہ پھر اللہ تعالیٰ بھی ہمیں یاد رکھتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اَلْبَرَکَۃُ مَعَ اَکَابِرِکُمْ۔‘‘
ترجمہ: ’’برکت تمھارے بڑوں کے ساتھ ہے۔‘‘
(الجامع الصغیر: ۱/۵۵۸، الرقم: ۴۸۸۳)

عزیز ساتھیو! اس معاشرے میں کوئی والد ہے تو کوئی بیٹا، کوئی استاد ہے تو کوئی شاگرد، کوئی بڑا ہے تو کوئی چھوٹا، کوئی والدہ ہے تو کوئی بیٹی۔ ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمیں تعلیم ہے کہ چھوٹی عمر والے بڑی عمر والوں کی عزت کریں، چھوٹے اپنے بڑوں کا ادب کریں۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ لوگ آئے۔ ان میں ایک چھوٹی عمر کے ایک شخص نے بڑوں سے پہلے بولنا شروع کردیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تاکید فرمائی کہ ’’پہلے بڑے کو بولنے دو۔‘‘
(الصحیح للبخاری، الادب، اکرام الکبیر، الرقم: ۶۱۳۳)

اس واقعے سے ہمیں معلوم ہوا کہ بڑوں کے ادب و اِحترام کی تعلیم دی جارہی ہے۔ آئندہ ہم اپنے بڑوں کے بارے میں درج ذیل باتوں کا خیال کرکے ان کی برکت لیں گے۔

☆ اپنے بڑوں کے سلام کرنے سے پہلے انھیں سلام کرنا۔ ☆ بڑوں کے سامنے ادب و اِحترام سے بیٹھنا۔ ☆ انھیں اچھے القاب سے پکارنا۔ امی جان، ابو جان، خالہ جان، آپی جان، انکل، مولانا صاحب، حضرت، جس کا جو مقام اور مرتبہ ہو، اس کا لحاظ کرنا۔ ☆ بڑوں کی بات ماننا اور بدتمیزی نہ کرنا۔ ☆ اگر کبھی بڑے غصہ بھی کریں تو برداشت کرنا۔ ☆ بس وغیرہ میں اگر کوئی بڑے عمر کے آدمی کھڑے ہوں تو انھیں سیٹ پر بٹھانا۔

ربیع الاول کا یہ خوب صورت اور مبارک پیغام ہے، اسے ہر جگہ اپنے عمل کی خوش بُو سے پھیلائیں۔

جھلکیاں

04 نظارے زمیں پر (حمد) — خرم فاروق ضیاء

05 آئے محمد ﷺ بن کر رحمت (نعت) — بنت مسعود احمد

09 بلا عنوان ۲۱۷ — سیدہ ذوالفقار حسین

11 لاغر بکری — دانیال حسن چغتائی

12 پیاسے پودے — احمد عدنان طارق

14 انو منو کا دستر خوان ۳۲ — انعم توصیف

17 بادشاہ کا انصاف — محمد کاشف اقبال

19 سوال آدھا، جواب آدھا ۷ (کھیل) — الطاف حسین

20 پیکر جمال — سمیہ اسد

22 ذوقِ معلومات ۱۱۵ (کھیل) — سعد علی چھیپا

23 شاہینوں کے نام (نظم) — امت الحق سحر

28 شکریہ درخت انکل! — آئمہ بخاری

31 اضافی چابی (کھیل) — اسد اشفاق

33 جنگ ستمبر 1965ء کی چند جھلکیاں — الطاف حسین

39 رنگین راز ۴ (کھیل) — سعد علی چھیپا

40 ماسٹر جی — کیا پھر ہوا؟ ۲ — نذیر انبالوی

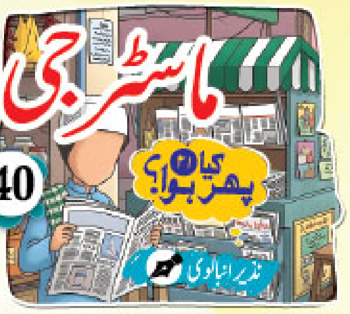

45 سنتِ سرکار ﷺ (نعت) — محمد ارسلان اللہ خان ارسل

46 اخلاق نبوی ﷺ — سیدہ عروج فاطمہ

علم کا ذوق، عمل کا شوق بڑھانے والا بچوں کا رسالہ

ماہ نامہ

ذوق و شوق

کراچی

زیر سرپرستی:

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

ربیع الاول / ربیع الثانی ۱۴۴۷ ہجری | جلد: 20

شمارہ: 09

■ ناشر — محمد عارف رشید

مجلس ادارت

■ مدیر اعزازی — عبدالعزیز

■ معاون — محمد طلحہ شاہین

■ معاون — زبیر عبدالرشید

■ ڈیزائنر — اسد اشفاق

■ کمپوزر — سعد علی

■ نگران ترسیل — انس احمد

اس رسالے کی تمام آمدنی تعلیم و تبلیغ اور اصلاح امت کے لیے وقف ہے۔

قیمت 180 روپے

سالانہ خریداری بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک
2500/=

بذریعہ عام ڈاک
2250/=

ماہ نامہ ذوق و شوق میں اشتہار شائع کرنے کا مطلب تصدیق ہے نہ سفارش۔ یہ صرف عوام کو مطلع کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ مصنوعات کے بارے میں قارئین خود تحقیق فرمالیں۔

خط و کتابت کا پتا

ماہ نامہ ذوق و شوق، پی۔ او۔ بکس: 17984
گلشن اقبال، کراچی۔ پوسٹ کوڈ: 75300
zouqshouq@hotmail.com
ذوق شوق/ zouq shouq

اشتہارات اور سالانہ خریداری کے لیے رابطہ کریں

0300-2229899 - 0309-2228120

دفتری اوقات: صبح 8:00 تا 1:00 دوپہر 2:30 تا 6:00

JazzCash / easypaisa 0319-1181693

(نوٹ: جاز کیش/ ایزی پیسہ اکاؤنٹ میں رقم جمع کروانے کی رسید اس نمبر (0309-2228120) پر واٹس ایپ کردیں۔)

سالانہ ممبرشپ بذریعہ میزان بینک اکاؤنٹ:

اکاؤنٹ ٹائٹل: Bait ul ilm Charitable Trust (Zouq-o-Shouq)
اکاؤنٹ نمبر: 0179-0103431456، سولجر بازار برانچ، کراچی
(نوٹ: بینک اکاؤنٹ میں رقم جمع کروانے کی رسید اس نمبر (0300-2229899) پر واٹس ایپ کردیں۔)

پرنٹر محمد عارف رشید نے بچوں کی علمی و فنی ترقی و اصلاح کی خاطر ابن حسن پریس سے چھپوا کر شائع کیا۔

علیک سلیک

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔

عزیز ساتھیو! کبھی کبھی ہمارے دل میں بہت اچھے اچھے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ کبھی دل چاہتا ہے کہ ہم کچھ صدقہ کریں۔ کبھی کسی غریب کی مدد کا دِل چاہتا ہے۔ کبھی خیال آتا ہے کہ اپنے کھانے میں فلاں دوست کو بھی شریک کرلیں۔ کبھی امی کا ہاتھ بٹانے کا دِل چاہتا ہے۔ کبھی کسی بہن یا بھائی کو کچھ کھلانے کی خواہش ہوتی ہے۔ کبھی ابو کے پاؤں دبانے کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ کبھی پڑھائی میں اور محنت کرنے کا جذبہ اُبھرتا ہے۔

تو عزیزو! یہ سارے خیالات، احساسات، خواہشات اور چاہتیں اس بات کی علامت ہیں کہ ہم خوش نصیب ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سے محبت کرتے ہیں، ہمیں ایک بڑا اور کام یاب انسان بنانا چاہتے ہیں۔

اب ہمارے ذمے کیا ہے؟ ہم سب سے پہلے تو ''الحمدللہ'' کہیں، پھر جیسے ہی ایسے خیالات دل میں بیدار ہوں اُسی وقت عمل کر ڈالیں۔ انتظار کریں نہ سستی، کچھ نہ کچھ آغاز ضرور کرلیں۔ کچھ بھی نہ کرسکیں تو کم از کم اپنی ڈائری میں لکھ ہی لیں کہ مجھے فلاں وقت یہ کام کرنا ہے۔

ڈائری تو اپنی آپ نے بنا ہی لی ہوگی نا!؟

دیکھیے، یہ اچھا خیال اللہ تعالیٰ کا مہمان ہوتا ہے۔ اگر اِسے توجہ نہ دی تو یہ روٹھ جائے گا، پھر یہ کسی اور کا مہمان بن جائے گا اور ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے رہ جائیں گے۔

پھر کیا خیال ہے، آپ کریں گے نا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتے ہوئے اس مہمان کا خیال؟

جی ہاں، اگر آپ خیال رکھیں گے نا تو یہ مہمان بار بار آپ کے دل و دماغ کے دروازے پر دستک دے گا، پھر رفتہ رفتہ ایسے بہترین خیالات اور نیک جذبات پیدا ہونے شروع ہوجائیں گے، جو آپ کو ایک عظیم انسان بنادیں گے۔

آپ اس مہمان کا خیال کیجیے۔ اب ہم رخصت ہوتے ہیں۔

والسلام

نظارے زمیں پر

خرم فاروق ضیاء۔ملتان

خدا نے ہیں کیا کیا اتارے زمیں پر
یہ دیکھو ، خدا کے نظارے زمیں پر

درختوں پہ سبزہ ، پہاڑوں میں پانی
سمندر کی موجیں ، ندی کی روانی
ہر اک شے میں دیکھو خدا کی نشانی
یہ قدرت کے ہیں سب اشارے زمیں پر
یہ دیکھو ، خدا کے نظارے زمیں پر

پھلوں اور پھولوں کی سج دھج کو دیکھو
قد آور درختوں کے مخرج کو دیکھو
چمک دار چاند اور سورج کو دیکھو
دمکتے نظر آئیں تارے زمیں پر
یہ دیکھو ، خدا کے نظارے زمیں پر

ضیاءؔ! شکر کرتے رہو نعمتوں کا
کرو ذکر اللہ کی عظمتوں کا
وہ در کھول دے گا سدا رحمتوں کا
رہو بن کے اللہ کے پیارے زمیں پر
یہ دیکھو ، خدا کے نظارے زمیں پر

آئے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بن کر رحمت

بنت مسعود احمد۔ کراچی

ہر ہر سو پھیلی تھی جہالت
طاری تھی ہر شے پر وحشت
پھیلائی سچ حق کی دعوت
جاگی دنیا کی پھر قسمت
سنت کی بھی آئی برکت
آئے محمد بن کر رحمت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

آپس میں لڑتے مرتے تھے
جھگڑے اکثر ہی کرتے تھے
بت کے آگے وہ جھکتے تھے
بات نہ سیدھی وہ سنتے تھے
بدلی الفت میں پھر نفرت
آئے محمد بن کر رحمت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

دور ہوئی دنیا کی غفلت
دیکھی جو احمد کی سیرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
چھوڑ کے بت مانا ایک رب کو
دے دی ان کو رب نے ہدایت
خوب بڑھی جنت کی رغبت
آئے محمد بن کر رحمت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

ایماں نے پھر جوش دکھایا
سچ نے ، حق نے غلبہ پایا
ان کی ہستی کے دم سے ہی
ہم نے اپنے رب کو پایا
بیٹھی دل میں ان کی عظمت
آئے محمد بن کر رحمت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

سیرت کہانی ۷۵

عبدالعزیز

خندق کھودنے کا مشورہ

سن 5 ہجری شوال کے مہینے میں حیی بن اخطب مکے گیا اور قریش کو رسول اللہ ﷺ سے جنگ پر آمادہ کیا۔ اسی طرح کنانہ بن ربیعہ نے جا کر قبیلہ بنی غطفان کو آپ ﷺ کے مقابلے کے لیے تیار کیا اور اُنھیں لالچ دیا کہ خیبر کے باغوں میں جس قدر کھجوریں آئیں گی ہر سال اس کا آدھا حصہ ہم تمھیں دیا کریں گے۔ یہ سن کر عیینہ بن حصن فزاری تیار ہو گیا، قریش تو پہلے ہی سے جنگ کے لیے تیار تھے۔ چناں چہ ابو سفیان دس ہزار آدمیوں کا لشکر لے کر مسلمانوں کو فنا کرنے کے ارادے سے مدینے کی طرف روانہ ہوا۔ (فتح الباری، ج:7، ص:301)

رسول اللہ ﷺ کو جب اس لشکر کے آنے کی خبر پہنچی تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ فرمایا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں اور دُشمنوں کے درمیان خندق (گڑھا) کھودنے کا مشورہ دیا کہ کھلے میدان میں مقابلہ مناسب نہیں۔ ان کی رائے کو سب نے پسند کیا۔

(طبقات ابن سعد، ج:2، ص:47)

رسول اللہ ﷺ نے خندق کی حدیں خود قائم فرمائیں اور لکیر کھینچ کر دس دس آدمیوں کے ذمے دس دس گز زمین کا کھودنا لگایا۔

(تاریخ طبری، ج:3، ص:45)

کھدائی اتنی گہری کی گئی کہ نیچے سے تری نکل آئی۔ (فتح الباری، ج:7، ص:305)

یہ خندقیں کھودنے میں چھے دن لگے۔

(طبقات ابن سعد، ج:2، ص:48)

رسول اللہ ﷺ خود بھی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ خندق کھودنے میں مصروف ہوئے اور سب سے پہلے کدال اپنے ہاتھ سے زمین پر مارا، اس وقت یہ کلمات زبان مبارک پر تھے:

”اللہ کے نام سے شروع کرتے ہیں۔ اگر اُس کے سوا کسی اور کی عبادت کریں تو بڑے ہی بدنصیب ہیں۔

وہ کتنا اچھا رَب ہے! اس کا دِین کتنا اچھا دین ہے!“

(فتح الباری، ج:8، ص:76)

سخت چٹان

سردی کا موسم تھا، ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں، کئی کئی دن کا فاقہ تھا، مگر مہاجرین اور انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین نہایت شوق کے ساتھ خندق کھودنے میں مشغول تھے۔ وہ مٹی اٹھا اٹھا کر لاتے اور یہ پڑھتے جاتے:

”ہم ہی ہیں وہ لوگ جنھوں نے محمد (ﷺ) کے ہاتھ پر بیعت کی ہے کہ جب تک جان میں جان ہے کافروں سے جہاد کرتے رہیں گے!“

رسول اللہ ﷺ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جواب میں یہ ارشاد فرماتے:

”اے اللہ! بے شک حقیقت میں زندگی تو آخرت ہی کی ہے، پس آپ انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما دیجیے۔“

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”خندق کے دن رسول اللہ ﷺ خود مٹی ڈھو رہے تھے، یہاں تک کہ شکم مبارک (پیٹ) گرد آلود ہو گیا۔ آپ ﷺ یہ پڑھتے جاتے تھے:

”اللہ کی قسم! اگر اللہ کی توفیق نہ ہوتی تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے

اور نہ صدقہ دیتے، نہ نماز پڑھ سکتے۔ اے اللہ! ہم پر سکون اور اطمینان نازل فرما اور لڑائی کے وقت ہمیں ثابت قدم رکھ۔ ان لوگوں نے ہم پر بڑا ظلم کیا۔ یہ جب کبھی ہمیں کسی فتنے میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں تو ہم کبھی اسے قبول نہیں کرتے۔“

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

”خندق کھودتے کھودتے ایک سخت چٹان آ گئی، ہم نے آپ ﷺ سے عرض کیا۔ آپ ﷺ ارشاد فرمایا:

”ٹھہرو، میں خود اُترتا ہوں۔“ اس وقت بھوک کی وجہ سے آپ ﷺ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا اور ہم نے بھی تین دن سے کوئی چیز نہیں چکھی تھی۔ آپ ﷺ نے کدال ہاتھ میں لی اور بسم اللہ کہہ کر چٹان پر ماری تو چٹان کا ایک تہائی حصہ ٹوٹ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”اللہ اکبر! مجھے ملک شام کی چابیاں عطا کی گئیں۔ اللہ کی قسم! ملک شام کے سرخ محلات کو میں اس وقت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔“

پھر آپ ﷺ نے دوسری بار کدال ماری تو دوسرا تہائی ٹکڑا ٹوٹ کر گرا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”اللہ اکبر! ملک فارس کی چابیاں مجھے عطا ہوئیں۔ اللہ کی قسم! مدائن کے سفید محل کو میں اس وقت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔“

تیسری بار آپ ﷺ نے بسم اللہ کہہ کر کدال ماری تو بقیہ چٹان بھی ٹوٹ گئی، آپ ﷺ نے فرمایا:

”اللہ اکبر! یمن کی چابیاں مجھے عطا ہوئیں۔ اللہ کی قسم! صنعاء کے دروازوں کو میں اپنی آنکھوں سے اس جگہ کھڑا دیکھ رہا ہوں۔“

(فتح الباری، ج:7، ص:304-305)

کیسا معاہدہ

مسلمان پندرہ دن کی محنت کے بعد جب خندق کھود کر فارغ ہوئے تو قریش دس ہزار آدمیوں کا بڑا لشکر لے کر مدینے پہنچے اور اُحد پہاڑ کے قریب پڑاؤ ڈالا۔

حضور ﷺ تین ہزار مسلمانوں کے ساتھ سلع پہاڑی کے قریب جا کر ٹھہرے۔

خندق دونوں لشکروں کے درمیان حائل تھی۔

عورتوں اور بچوں کو ایک قلعے میں محفوظ ہو جانے کا حکم فرمایا اور اُن کے پہرے کے لیے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔

بنی قریظہ قبیلے کے یہودی اس وقت تک اس جنگ سے الگ تھے، لیکن حیی بن اخطب جو قبیلہ بنی نضیر کا سردار تھا، اس نے انھیں اپنے ساتھ ملانے کی پوری کوشش کی، یہاں تک کہ وہ خود بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس گیا، جس نے رسول اللہ ﷺ سے جنگ میں شرکت نہ کرنے کا معاہدہ کر رکھا تھا۔

کعب بن اسد نے حیی بن اخطب کو آتا دیکھ کر قلعے کا دروازہ بند کر لیا۔ حیی بن اخطب نے آواز دی کہ دروازہ کھولو۔

کعب بن اسد نے کہا:

”افسوس ہے! بلاشبہ تُو منحوس آدمی ہے، میں محمد (ﷺ) سے معاہدہ کر چکا ہوں، میں اب اس معاہدے کو نہیں توڑوں گا، کیوں کہ میں نے محمد (ﷺ) میں سچائی اور وعدہ پورا کرنے کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔“

حیی بن اخطب نے کہا:

”میں تمھارے لیے دائمی عزت کا سامان لایا ہوں۔ قریش اور غطفان کی فوجوں کو لا کر میں نے یہاں اُتارا ہے۔ ہم سب نے یہ عہد کیا ہے کہ جب تک محمد (ﷺ) اور اُن کے ساتھیوں کا قلع قمع نہیں کر دیں گے اس وقت تک یہاں سے ہرگز نہیں جائیں گے۔“

کعب بن اسد نے کہا:

''خدا کی قسم! تُو ہمیشہ کی ذلت اور رُسوائی لے کر آیا ہے۔ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کیا ہوا عہد کبھی نہ توڑوں گا، میں نے ان میں سچائی اور وعدہ پورا کرنے کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔''

حیی بن اخطب برابر اِصرار کرتا رہا، یہاں تک کہ کعب بن اسد کو معاہدہ توڑنے پر تیار کرلیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو حضرت سعد بن معاذ، حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حالات معلوم کرنے کے لیے روانہ فرمایا اور یہ حکم فرمایا کہ اگر یہ خبر صحیح نکلے تو وہاں سے واپس آ کر اِس خبر کو ایسے الفاظ میں بیان کرنا کہ لوگ نہ سمجھ سکیں اور اگر یہ خبر غلط ہو تو پھر علی الاعلان بیان کرنے میں کوئی ہرج نہیں۔''

یہ تینوں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کعب بن اسد کے پاس گئے اور اُسے معاہدہ یاد دِلایا۔ کعب بن اسد نے کہا:

''کیسا معاہدہ اور کون محمد؟ میرا اُن سے کوئی معاہدہ نہیں۔''

جب یہ لوگ واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کیا:

''عضلٌ و قارۃٌ''

یعنی جس طرح قبیلہ عضل اور قارہ نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے ساتھ غداری کی تھی، اسی طرح انھوں نے بھی غداری کی ہے۔

(سیرۃ ابن ہشام، ج:2، ص:140)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کی غداری اور بدعہدی سے بہت دکھ ہوا۔

اس قسط سے ہم نے کیا سیکھا؟

اس قسط میں غزوۂ خندق، جس کا دُوسرا نام غزوۂ احزاب ہے، کے کچھ حصے کا ذِکر ہے۔ اس سے ہمیں درج ذیل 14 سبق حاصل ہوئے:

۱ اسلام دُشمن قوتیں شروع ہی سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مشترکہ محاذ بناتی آئی ہیں، چناں چہ مسلمانوں کو بھی متحد اور چوکنا رہنا چاہیے۔

۲ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جنگ کے موقع پر مشورہ کرنا مشورے کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔

۳ مشکلات کے وقت منصوبہ بندی اور نئے حل تلاش کرنا ضروری ہے۔

۴ ایک مثالی قائد میں تواضع، ہمت، محنت اور ہم دردی کی صفات کا ہونا ضروری ہے۔

۵ مسلمان، اللہ تعالیٰ کی مدد پر بھروسا اور صبر کرتے ہیں اور اُن میں ایمانی جذبہ اور عزم ہمیشہ پایا جاتا ہے۔

۶ مشکل وقت میں آسانی کے لیے دعاؤں اور ذِکرِ الٰہی کو وسیلہ بنانا چاہیے، کیوں کہ کام یابی کا اصل منبع اللہ تعالیٰ کی توفیق اور نصرت ہے۔

۷ اللہ تعالیٰ اپنے نبی اور مخلص بندوں کو مشکل وقت میں تسلی دیتا ہے اور مستقبل کی کام یابیوں کی نوید سناتا ہے۔

۸ مسلم معاشرے میں اندرونی دُشمنوں کی طرف سے خطرات اور غداری کے امکانات پر نظر رکھنی چاہیے۔

۹ کفار بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے اور اَمانت دار ہونے کے معترف تھے۔

۱۰ مسلم معاشرے میں اجتماعی مسائل کے حل کے لیے متحد ہو کر کام کرنا چاہیے۔

۱۱ ہر مشکل کا حل اللہ تعالیٰ سے تعلق اور دُعا میں مضمر ہے۔

۱۲ جنگ کے وقت غیر مسلموں کے طریقۂ جنگ اور اُن کے ہتھیاروں کو استعمال کیا جاسکتا ہے۔

۱۳ دینِ اسلام کسی طرح کی صنعتی ترقی کرنے کو منع نہیں کرتا۔

۱۴ کام کرتے وقت ایسے اشعار پڑھے جاسکتے ہیں، جن میں اللہ تعالیٰ کی بڑائی، آخرت، نعمتوں کے شکر اور ہمت بڑھانے والی باتوں کا تذکرہ ہو۔

......(جاری ہے)......

معذرت نامہ:

''سیرت کہانی'' برائے اگست 2025 میں دو جگہ حضرت یوسف علیہ السلام کا نام آیا ہے، ایسا غلطی سے ہوا ہے۔ صحیح حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام ہے۔ ادارہ اپنی اس غلطی پر معذرت خواہ ہے۔

بلاعنوان ۲۱۷

سید ذوالفقار حسین۔ کراچی

محلّے کی بہت سی بچیاں ہمارے گھر کے سامنے کھلے میدان میں کھیلتی رہتی تھیں۔ ایک دن کیا ہوا کہ میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ شام کو دیر تک میدان میں کھیلتی رہی اور ہمارا کھیل اس وقت ختم ہوا جب میری امی نے دروازے پر پہنچ کر مجھے آواز دی۔

میں گھر میں داخل ہوئی تو میری امی نے مجھے گھور کر دیکھا۔ میں سمجھی کہ دیر تک کھیلنے کی وجہ سے وہ مجھ سے ناراض ہوگئی ہیں، مگر میری غلط فہمی فوراً ہی دُور ہوگئی جب انھوں نے پوچھا: ’’بیٹی! تمھاری طبیعت کیسی ہے؟‘‘

میں نے کہا: ’’بالکل ٹھیک۔‘‘

مگر والدہ کو میری اِس بات سے تسلی نہیں ہوئی۔ انھوں نے میرے ماتھے کو چھوا، میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دیکھا اور بولیں: ’’بستر پر لیٹ جاؤ۔‘‘

اپنی ماں کا حکم فوراً مان لینا میری عادت ٹھہری۔ میں فوراً بستر پر لیٹ گئی، مگر پوچھ لیا:

’’امی! مجھے کیا ہوا ہے؟‘‘

امی بولیں: ’’پیشانی اور ہتھلیاں گرم ہیں اور آنکھیں سُرخ ہو رہی ہیں، تمھیں بخار ہو رہا ہے۔‘‘

میں نے اپنی پیشانی کو اپنی ہتھیلی سے خود ہی چھو کر کہا: ’’مجھے تو

بہترین عنوان تجویز کرنے پر 1000 ، دوسرا بہترین عنوان تجویز کرنے پر 750 ، تیسرا بہترین عنوان تجویز کرنے پر 500 روپے انعام دیا جائے گا۔ ’’بلاعنوان‘‘ کے کوپن پر عنوان تحریر کرکے ارسال کریں۔

عنوان بھیجنے کی آخری تاریخ 30 ستمبر 2025 ہے۔

نوٹ: کمیٹی کا فیصلہ حتمی ہوگا جس پر اعتراض قابلِ قبول نہ ہوگا۔

اپنی پیشانی گرم محسوس نہیں ہو رہی۔''

امی نے جواب دیا: تمھاری گرم ہتھیلیوں سے گرم پیشانی گرم محسوس نہیں ہو سکتی۔''

اور میں خاموش ہو گئی۔

پھر جب ابو گھر آئے تو امی نے اُنھیں بتایا کہ فاطمہ بیمار ہو گئی ہے۔ ابو فوراً ڈاکٹر کو بُلانے چلے تو والدہ نے اُنھیں روک لیا اور کہا:

''اسے ٹھنڈ لگ گئی ہے، ڈاکٹر کی ضرورت نہیں۔ میں اسے یخنی اور جوشاندہ پلاتی ہوں۔ میرا خیال ہے، کل تک ٹھیک ہو جائے گی۔''

اِس کے بعد میری امی ہر آدھے گھنٹے بعد میرے پاس آتیں اور پوچھتیں: ''بیٹی! کسی چیز کی ضرورت تو نہیں؟ پیاس تو نہیں لگ رہی؟ کیا بستر خوب گرم ہے؟''

میں جواب دیتی: ''ہاں امی جان! میں ٹھیک ہوں اور مجھے کسی چیز کی کوئی ضرورت نہیں۔ پیاس بھی نہیں لگ رہی اور بستر بھی گرم ہے۔''

کچھ کھانے پینے کے بعد رات ہو گئی، سونے کا وقت ہو گیا اور گھر کے سب لوگ سو گئے، مگر میری امی جاگتی رہیں۔ وہ میرے سرہانے بیٹھی رہیں، بیٹھی رہیں۔

میں نے کہا: ''امی جان! آپ خواہ مخواہ جاگ رہی ہیں۔ اگر میری طبیعت زیادہ خراب ہوئی یا بخار تیز ہو گیا تو میں خود آپ کو جگا دُوں گی۔ آپ سو جائیں۔''

آخر کار امی بھی اپنے بستر پر جا کر لیٹ گئیں، مگر اُس رات خود مجھے نیند نہیں آئی۔ یہی وجہ ہے کہ میں اندھیرے کمرے میں بستر پر لیٹی جاگتی رہی، مگر دِل چسپ بات یہ ہے کہ امی نے سمجھا، میں سو گئی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ صرف گھنٹے بھر کے بعد میری امی دبے پاؤں میرے سرہانے پہنچیں، تاکہ میں جاگ نہ جاؤں۔ اُنھوں نے ہلکے ہاتھ سے میری پیشانی کو چھوا، پھر کوئی دُعا پڑھی اور واپس اپنے بستر پر چلی گئیں۔

کوئی ایک گھنٹے کے بعد وہ پھر دبے پاؤں میرے سرہانے آ کر کھڑی ہو گئیں۔ اُنھوں نے پھر ہلکے ہاتھوں میری پیشانی کو چھوا اور پھر کوئی دُعا پڑھ کر اپنے بستر پر چلی گئیں۔

اِس کے بعد مجھے نیند آ گئی اور میں بتا نہیں سکتی کہ اِس دوران میں وہ کتنی مرتبہ میرے سرہانے آئیں، پیشانی کو چھوا اور دُعا پڑھی، البتہ صبح کی اذان سے پہلے جب میں جاگ گئی تھی تو ایک بار پھر میری امی سرہانے آئیں، اُنھوں نے میری پیشانی کو چھوا، مگر قبل اِس کے کہ وہ دُعا پڑھیں، میں نے اُن کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اُس ہاتھ کو بوسا دیا اور بستر سے اُٹھ بیٹھی۔

امی نے پوچھا: ''طبیعت کیسی ہے بیٹی!؟''

میں نے کہا: ''امی! میری طبیعت تو بالکل ٹھیک ہے، مگر آپ کی طبیعت کیسی ہے؟''

وہ بولیں: ''میری طبیعت بھی ٹھیک ہے۔''

میں نے کہا: ''آپ رات بھر خواہ مخواہ جاگتی رہی ہیں۔''

امی نے کہا: ''تمھیں یہ کیسے معلوم کہ میں رات بھر جاگتی رہی ہوں؟''

میں نے اُنھیں بتایا کہ مجھے خود نیند بہت دیر سے آئی اور میں نے بار بار یہی دیکھا کہ آپ میرے سرہانے آتی ہیں، پیشانی چھوتی ہیں اور دُعا پڑھ کر چلی جاتی ہیں۔

وہ کہنے لگیں: ''اچھا تو تمھاری طبیعت سچ مچ خراب تھی، اِسی لیے تو تمھیں نیند نہیں آ رہی تھی اور اسی لیے تمھیں پتا چل گیا کہ میں بار بار تمھارے سرہانے آتی ہوں، ورنہ یہ تو میرا ہر رات کا معمول ہے۔ کبھی سمٹے سمٹائے بستر کو ٹھیک کرنے آتی ہوں اور کبھی تمھارا جسم ڈھانپنے آتی ہوں کہ کہیں تمھیں نیند میں ٹھنڈ نہ لگ جائے۔''

پھر اُنھوں نے میری پیشانی کو چُوما اور کہنے لگیں:

''اچھا! اب تم سو جاؤ، فجر کی نماز کے کچھ دیر بعد میں بھی ذرا سو جاؤں گی۔''

اُس روز مجھے پتا چلا کہ ماں کے دل میں اپنی اولاد کے لیے کتنی محبت اور کس قدر پیار ہوتا ہے اور ذرا سا شک ہو جائے کہ اولاد بیمار ہے تو کس طرح اُن کا چین اور آرام اُن پر حرام ہو کر رہ جاتا ہے۔ سچ ہے کہ ماں کا نعم البدل ملنا آسان نہیں ہے۔

لاغر بکری

دانیال حسن چغتائی۔ کہروڑ پکا

یہ مختصر سا قافلہ چار آدمیوں پر مشتمل تھا اور مدینے کے راستے پر رواں دواں تھا۔ زادِ راہ تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ دورانِ سفر میں قافلہ ایک خیمے کے قریب سے گزرا۔ یہ خیمہ ام معبد کا تھا، جو سرِ راہ تھا اور یہ لوگ مسافروں کی ہر ممکن خدمت بھی کرتے تھے۔

نبی اکرم ﷺ بھی اس خیمے کے پاس پہنچے اور اُم معبد سے کہا:

’’اماں تمھارے پاس کچھ کھجوریں یا دودھ ہوگا؟‘‘ ام معبد نے کہا:

’’تم جیسا مسافر تو میں نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا، لیکن افسوس میرے پاس آج نہ کھلانے کو کچھ ہے نہ پلانے کو۔ میرا خاوند بکریوں کا ریوڑ چرانے لے گیا ہے، اس لیے تمھیں دودھ بھی نہیں پلا سکتی۔‘‘

رحمت کائنات کی نظر کونے میں بندھی ایک بالکل مریل اور کمزور سی بکری پر پڑی۔

آپ ﷺ پوچھا: ’’یہ بکری کھڑی ہے، یہ دودھ نہیں دیتی؟‘‘

ام معبد کہنے لگیں:

’’یہ بکری تو اتنی لاغر اور کمزور ہے کہ ریوڑ کے ساتھ چلنے کی طاقت بھی نہیں رکھتی۔ مدتوں سے اس کا دودھ خشک ہو چکا ہے، اس لیے میرا شوہر اسے ساتھ نہیں لے جاتا۔‘‘

آپ ﷺ نے فرمایا:

’’اگر تم کہو تو میں تجربہ کر کے دیکھ لوں۔‘‘

ام معبد تعجب کے انداز میں مسکرائیں، پھر ایک چھوٹا سا برتن لے آئیں۔

نبی اکرم ﷺ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے آقا کو دیکھا اور مسکرائے۔

نبی اکرم ﷺ نے برتن پکڑا اور برکت کی دعا کی۔ بکری کے تھنوں کو ہاتھ لگایا تو دودھ اس طرح بہنے لگا جس طرح ساون کے مہینے میں بارش برستی ہے۔

برتن بھر گیا اور دودھ زمین پر گرنے لگا۔ آپ ﷺ نے پہلے ام معبد کو پلایا، پھر آپ ﷺ کے ساتھیوں نے پیا۔ دوبارہ دودھ دوھنا شروع، برتن پھر بھر گیا، دوبارہ ہمراہیوں نے اور آپ ﷺ نے سیر ہو کر پیا۔ تیسری مرتبہ پھر برتن بھر گیا تو یہ بھرا ہوا برتن ام معبد کو دے دیا گیا۔

یہ بھی امام الانبیا ﷺ کا معجزہ تھا۔

امام الانبیاء ﷺ ام معبد کے گھر سے رخصت ہو گئے۔ ام معبد کا شوہر ابو معبد گھر آیا تو دیکھا کہ تمام برتن دودھ سے لبالب بھرے ہوئے ہیں اور گھر میں رونق ہی رونق ہے۔

اس نے رحمتوں کی بارش دیکھی تو اُم معبد سے پوچھا:

’’یہ دودھ کہاں سے آیا ہے اور یہ گھر میں آج خوش بُو کیسی ہے؟‘‘

ام معبد نے بتایا:

’’آج ایک مسافر تھوڑی دیر کے لیے ہمارے گھر ٹھہرے۔ کیا پوچھتے ہو اُن کے ہاتھوں میں کتنی تاثیر اور لذت تھی۔ انھوں نے لاغر اور بیمار بکری کے تھنوں کو ہاتھ لگایا تو دودھ کی دھاریں بہنے لگیں!

پیاسے پودے

احمد عدنان طارق۔ فیصل آباد

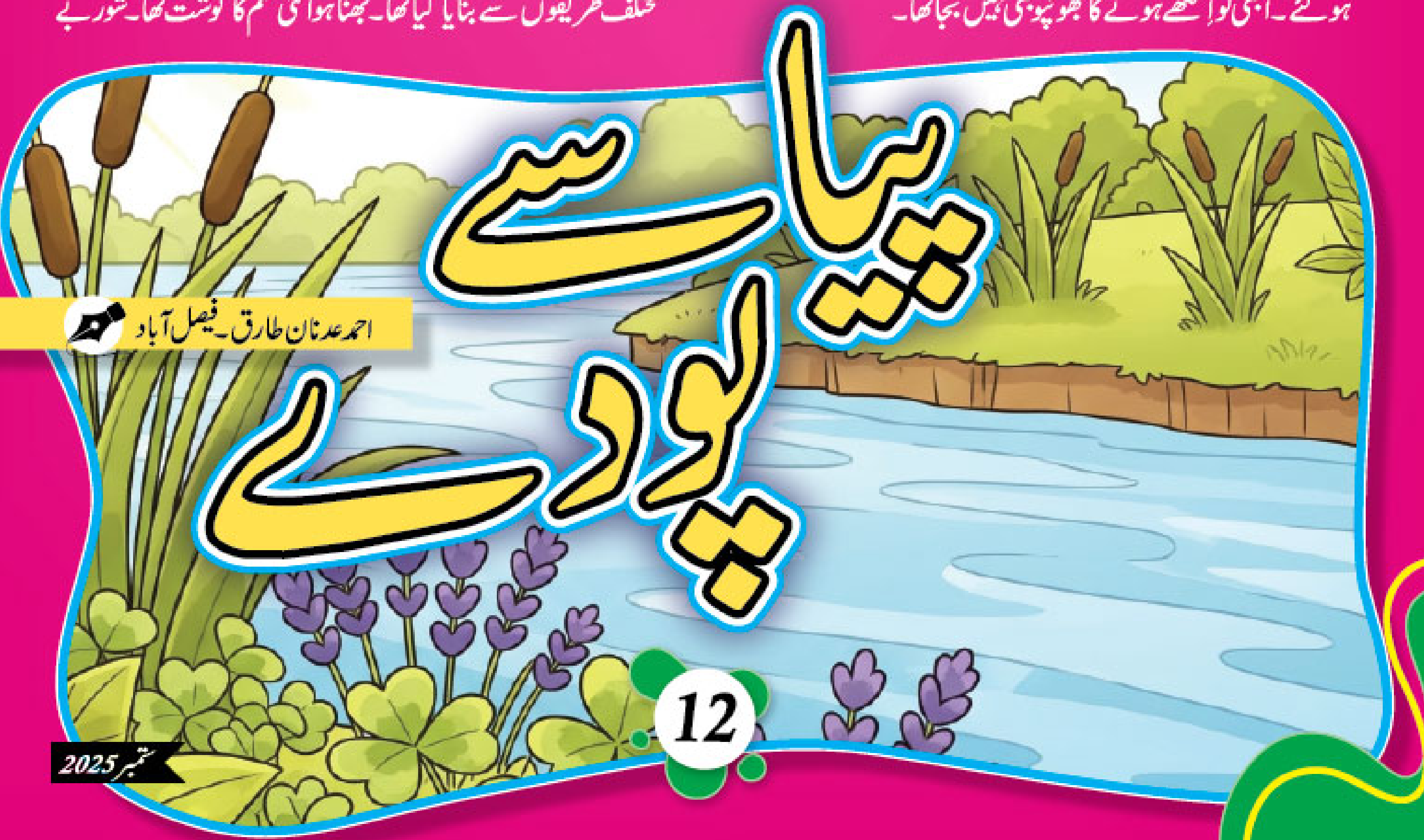

دریائے ڈینوب کے کنارے بادشاہ اپنے وزیروں اور مشیروں کے ساتھ چہل قدمی کر رہا تھا۔ وہ دریا کے کنارے اُگے ہوئے پودوں اور جڑی بوٹیوں کو دیکھ کر بولا:

”ان بے چارے پودوں کو دیکھو، انھیں بارش کی کتنی ضرورت ہے۔ اس دفعہ تو کئی ہفتے ہو گئے ہیں، لیکن بارش کی بوندیں ان پودوں پر نہیں برسیں اور یہ پیاسے کے پیاسے ہی ہیں۔“

بادشاہ کی یہ بات سن کر اُس کے وزیر اور مشیر، بادشاہ کے پیٹھ پیچھے اس کا مذاق اڑانے لگے کہ پودے تو اُگے ہوئے ہی کیچڑ میں ہیں تو پھر اُنھیں بارش کی کیا ضرورت ہے؟ ان کی جڑیں تو ہر وقت پانی میں ہی ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ کبھی کبھار بادشاہ سلامت کے منہ سے بے وقوفی کی بات نکل جاتی ہے۔ بادشاہ کو بھی ان کی باتوں کا تھوڑا بہت اندازہ ہو گیا تھا۔

اس رات بادشاہ نے اپنے وزیروں اور مشیروں کو دَربار میں دعوت پر مدعو کر لیا۔ اس نے شرکا سے کہا:

”میں نے آپ کے لیے خاص کھانے بنوائے ہیں، اس لیے کھانے سے پہلے کچھ نہ کھایئے گا، ورنہ مزہ نہیں آئے گا۔“ بادشاہ کے منہ سے ایسی بات سن کر سبھی وقت سے قبل ہی محل کے باہر اِکٹھے ہو گئے۔ ابھی تو اِکٹھے ہونے کا بھونپو بھی نہیں بجا تھا۔

باورچی خانے سے انواع واَقسام کے کھانوں کی بھوک بھڑکانے والی خوش بُوئیں آ رہی تھیں، جن سے تمام مہمانوں کے منہ میں پانی آ رہا تھا۔ انھیں اندازہ ہو رہا تھا کہ باورچی بہت شان دار اور مزے کھانے تیار کر رہے ہیں، پھر ملازمین نے مہمانوں کو اُن کی مخصوص نشستوں پر بٹھا دیا۔ شاہی باورچی نے اعلان کرتے ہوئے کہا:

”آپ سب مہمانوں کی کرسیوں کے نیچے خوش بُودار پانی سے بھرے ہوئے بڑے بڑے مرمریں پیالے موجود ہیں۔ مہربانی فرما کر ٹھنڈے اور خوش بُودار پانی میں اپنے پاؤں ڈال دیں۔“

یہ اعلان سن کر مہمانوں نے اپنے جوتے اتارے اور پانی سے بھرے پیالوں میں پاؤں ڈبو دیے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ شاید بادشاہ سلامت اپنی طبیعت میں نفاست کی وجہ سے یہ حکم صادر فرما رہے ہیں، لیکن اندر ہی اندر وہ بادشاہ کو ایک دفعہ پھر بے وقوف سمجھ کر ہنس رہے تھے۔

ان کا خیال تھا کہ اتنے مزے دار کھانوں کے لیے بادشاہ کی اتنی سی بے وقوفی برداشت کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ بادشاہ سلامت اپنے تخت پر براجمان ہو گئے تو ملازمین نے کھانا چننا شروع کر دیا۔ بادشاہ کے وعدے کے عین مطابق کھانا بہت شان دار تھا۔ مچھلی کو مختلف طریقوں سے بنایا گیا تھا۔ بھنا ہوا کئی قسم کا گوشت تھا۔ شوربے

والے کئی سالن تھے۔ میٹھے میں کیک اور مٹھائیاں تھیں اور انواع و اَقسام کی سبزیوں والے کھانے تھے، لیکن حیران کن بات یہ تھی کہ میز پر ایک ضروری چیز بالکل موجود نہ تھی اور وہ ضروری چیز تھی، کسی بھی قسم کا مشروب، پوری دعوت میں پینے کے لیے کچھ نہیں تھا۔

وزیرِاعظم نے صورتِ حال بھانپ کر بادشاہ سلامت کے کان میں آہستہ سے بتایا:

’’بادشاہ سلامت! اگر جان کی امان پاؤں تو گزارش ہے کہ ملازم شاید بھول گئے ہیں کہ دعوت میں مہمانوں نے کچھ پینا بھی ہے۔‘‘

اس کی سرگوشی کے جواب میں بادشاہ نے اونچی زبان میں کہا، تاکہ سب سن لیں:

’’وہ نہیں بھولے، میں نے ہی انھیں منع کیا تھا۔ آج دعوت میں کچھ نہیں پیا جائے گا۔‘‘

مہمانوں نے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ وہ حیران تھے کہ بادشاہ سلامت کیا سوچ رہے ہیں؟ وہ اتنا کھانا پانی پیے بغیر کیسے نگل سکتے ہیں؟‘‘

وزیرِاعظم نے دوبارہ کاناپھوسی کی:

’’بادشاہ سلامت! شاید ہم کھانا زیادہ اچھی طرح کھا سکتے ہیں اگر کچھ پینے کو بھی ملتا رہے، ورنہ ابھی تو ہمارے حلق ہی خشک ہو گئے ہیں۔‘‘

بادشاہ غصے سے بولا: ’’بے وقوفی کی باتیں مت کرو۔ آپ کے پاؤں ٹخنوں تک پانی میں ڈوبے ہوئے ہیں، اس لیے آپ کو پانی پینے کی کیا ضرورت ہے؟‘‘ پھر اُس نے اِدھر اُدھر مہمانوں کے حواس باختہ چہروں کو دیکھا تو مسکرا کر کہنے لگا:

’’تم سب آج میرے پیٹھ پیچھے میرا مذاق اُڑا رہے تھے، جب میں نے کیچڑ میں اُگے ہوئے پودوں کے لیے بارش کی تمنا کی تھی۔ تم سب کو یقین تھا کہ جس کے پاؤں پانی میں ڈوبے ہوئے ہیں اسے پیاس نہیں لگتی۔ اب تم اپنی طرف دیکھ کر بتاؤ کہ تم صحیح تھے یا نہیں؟‘‘

مصاحبوں نے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ وہ سوچ رہے تھے کہ بادشاہ سلامت اتنے بھی بے وقوف نہیں، جتنا وہ سمجھ رہے تھے، بل کہ لگ رہا تھا کہ وہ ان سے زیادہ عقل مند ہی ہیں۔

بقیہ: لاغر بکری

ابو معبد نے اپنی بیوی سے اس بابرکت شخص کے مزید حالات، اور اوصاف پوچھنے شروع کیے۔

ام معبد نے اس وقت جو حضور اکرم ﷺ کا سراپا، حسن و جمال، خداداد عظمت و جلال، ہیبت و وقار، اوصاف و خصائل اور اَخلاق کا نقشہ کھینچا وہ ایسی نعت نبوی ہے کہ اس کی مثال پیش نہیں کی جا سکتی، ذرا آپ بھی پڑھیں اور لطف اندوز ہوں۔

کہتی ہیں:

’’میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ جس کی نظافت نمایاں، جس کا چہرہ روشن، جس کے اخلاق میں بھی حسن تھا۔ وسیم، قسیم، خوش رو اور صاحب جمال، اس کے بال سیاہ لمبے اور گھنے، آواز میں کھنک، داڑھی گھنی تھی۔ خاموشی میں وقار کا مجسمہ، گفتگو میں صفائی اور دِل کشی، گویا کہ بولتا نہیں موتی رولتا ہے۔ حسن و جمال کا پیکر، دور سے دیکھو تو حسین ترین، قریب سے دیکھو تو شیریں ترین، گفتگو میں مٹھاس، نہ فضول گفتگو کرتا تھا اور نہ ضرورت کے وقت خاموش رہتا تھا۔ گفتگو اِتنی مربوط جیسے پروئے ہوئے موتی۔

ابو معبد! میں تمھیں کیا بتاؤں؟ اس شخص کی کس کس ادا کا ذکر کروں، اس کا قد کاٹھ، اس کا رنگ روپ، تمھیں کون کون سی بات بتاؤں؟ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے آسمان کا چاند زمین پر اُتر آیا ہو۔ اس کے ساتھ اس کے کچھ جاں نثار تھے جو اُسے گھیرے ہوتے تھے۔ وہ جاں نثار اور ساتھی بھی ایسے کہ جب وہ بولتا تو سب خاموش ہو جاتے اور جب کوئی حکم دیتا تو سب اس کی تعمیل کرتے۔

ابو معبد! وہ شخص سب کا امیر تھا، سب کا مخدوم تھا، اس کا چہرہ ترش روئی سے پاک تھا۔ خدا کی قسم! اس میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جو قابلِ گرفت ہو۔‘‘

سبحان اللہ! سبحان اللہ! ﷺ!

۳۷

انو منو کا دسترخوان

انعم توصیف۔ کراچی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے انو منو کے دسترخوان کے قارئین اللہ تعالیٰ کے ذکر کی عادت اپناتے ہوئے اللہ کی رحمت کے سائے میں اچھی زندگی گزار رہے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے ذکر کی توفیق دی، اس پر ہمیں خوش ہونا چاہیے۔ اللہ پاک سدا ہماری زبانوں کو اپنے ذکر سے تر رکھے۔ آمین!

اب ذکر کرتے ہوئے چلتے ہیں باورچی خانے کی جانب اور ترتیب سے رکھتے ہیں اپنی ترکیب کے اجزا۔

اجزا:

مرغی کا قیمہ	آدھا کلو
پیاز	تین عدد
ٹماٹر	تین عدد
لہسن ادرک کا پیسٹ	ایک چائے کا چمچ
پسی لال مرچ	آدھا چائے کا چمچ
کُٹی لال مرچ	آدھا چائے کا چمچ
ثابت گرم مسالا	ایک چائے کا چمچ
نمک	حسبِ ضرورت
ہری مرچیں	سات عدد
ہرا دھنیا	حسب ضرورت
ادرک	حسبِ ضرورت
بیسن	دو کپ
گیہوں کا آٹا	ایک کپ
تیل	حسبِ ضرورت
گھی	حسبِ ضرورت

ترکیب:

باورچی خانے میں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر، یعنی بسم اللہ پڑھ کر شیطان کو خود سے دور بھگائیں۔ سب سے پہلے تین عدد ہری مرچیں، ایک عدد پیاز اور تقریباً آدھا پیالی ہرے دھنیے کو باریک باریک کاٹ لیں۔ اب آٹا گوندھنے کے برتن میں بیسن، آٹا، ایک چائے کا چمچ نمک اور

کاٹی گئی تینوں سبزیاں اس میں شامل کر دیں اور بغیر پانی کے ہی سب چیزوں کو اچھی طرح ملا لیں، پھر ایک پیالے میں پانی لے کر آہستہ آہستہ آٹا گوندھنا شروع کریں۔ یہ کام کسی بڑے سے بھی کروایا جا سکتا ہے، لیکن اگر آپ خود آٹا گوندھ رہے ہیں تو آپ کے لیے ڈھیر ساری شاباش!

آٹے کو نم کر کے ڈھانپ کر رکھ دیں۔ بعد میں ہم اس کی شکل سنوار لیں گے۔ اس کی بگڑی ہوئی شکل دیکھ کر پریشان بالکل بھی نہیں ہونا ہے۔ اب پیاز اور ٹماٹر کو باریک کاٹ لیں۔ آپ سوچیں گے کہ یہ سبزیوں کو اِتنا باریک کیوں کٹوایا جا رہا ہے۔

تو پیارے بچو! اگر ہم آٹے میں موٹی کٹی سبزیاں ڈالیں گے تو آٹا گوندھ ہی نہیں پائے گا اور اَب ہم ہانڈی میں باریک کٹی سبزیاں ڈالیں گے تو وہ جلد گل جائیں گی۔ موٹی سبزیوں سے یاد آیا چھوٹے چھوٹے بچے تو موٹے اچھے لگتے ہیں، لیکن انو منو کے دسترخوان کے وہ قارئین بچے جو کھانا بنا سکتے ہیں، یعنی بڑے بچے، وہ موٹے اچھے نہیں لگتے۔ اس لیے چہل قدمی اور ورزش کی عادت کو اپنانے کی پوری کوشش کیا کریں، تا کہ موٹاپا آپ سے دور رہے۔ موٹاپا صحت کا سب سے بڑا دُشمن ہے۔ اچھا کھائیں پییں، لیکن ساتھ ہی اپنے وزن کا خصوصی خیال رکھیں۔

اب ایک پتیلی لے کر اُس میں تیل اور لہسن ادرک کا پیسٹ ڈالیں۔ جب لہسن ادرک کی خوش بُو آنے لگے تو اُس میں پیاز شامل کریں۔ درمیانی آنچ پر دس منٹ تک پیاز کو پکنے دیں، پھر اُس میں ٹماٹر، پسی اور کُٹی لال مرچ، ثابت گرم مسالا اور نمک ڈال کر پندرہ منٹ کے لیے ڈھکن ڈھانپ کر پکنے دیں۔ اتنی دیر میں ہم اپنے آٹے کو دیکھ لیتے ہیں۔ ہاتھوں کو گیلا کر کے آٹے پر مکے مارنا شروع کریں۔ ہم نے جو تھوڑی دیر کے لیے آٹے کو چھوڑ دیا تھا اس کی وجہ سے آپ دیکھیں گے آٹا بہت جلد اور آرام سے نرم اور ملائم شکل میں ڈھل جائے گا۔ اب دوبارہ آٹے کو تھوڑی دیر آرام کرنے دیں۔

پندرہ منٹ بعد پتیلی کا ڈھکن ہٹا کر دیکھیں۔ مسالا اچھی طرح بھن چکا ہو تو چمچ کی مدد سے ٹماٹر اور پیاز کو کچل ڈالیں، پھر اُس میں مرغی کا قیمہ اور آدھا کپ پانی ڈال کر پندرہ منٹ تک کے لیے درمیانی آنچ پر پکنے دیں۔ اب جلدی سے ادرک، مرچیں اور ہرا دھنیا کاٹ لیں، تا کہ سجاوٹ کر سکیں۔

جتنی دیر میں ہمارا قیمہ، میرا مطلب ہے مرغی کا قیمہ پکے گا، ہم روٹیاں تیار کر لیتے ہیں۔ اب تو لازمی کسی بڑے کی مدد لیں۔ آٹے کے پیڑے بنا کر بیلتے جائیں اور توے پر ڈال کر بیسن کی روٹیاں بناتے جائیں۔ جس توے پر پراٹھے بناتے ہیں اس توے پر یہ روٹیاں بنائی جائیں گی، اس لیے یہ کام آپ کے لیے ذرا بھی مشکل نہیں ہوگا، ان شاء اللہ!

ایک روٹی بن جائے تو اُس پر چمچ کی مدد سے گھی لگائیں۔ بیسن کی روٹی تھوڑی سخت ہو جاتی ہے۔ گھی لگانے سے وہ نرم رہے گی اور اُس کا ذائقہ بھی بڑھ جائے گا۔ اگر آپ کے پاس دیسی گھی ہو تو اُسے استعمال کریں۔ اس کے بہت سے فائدے ہیں۔

دیگچی کا ڈھکن ہٹا کر دیکھیے، پانی خشک ہو جائے تو اُس میں کٹی ہوئی ہری مرچیں، ہرا دھنیا اور اَدرک ڈال کر قیمے میں ملا دیں۔ تیل اوپر آ جائے تو بس قیمہ تیار ہے۔ قیمے کو صاف ستھرے پیالے میں نکالیے۔ چاہیں تو اُوپر سے تھوڑا سا ہرا دھنیا اور ڈال دیں۔ اب قیمے کو بیسن کی روٹیوں کے ساتھ دسترخوان پر سجائیے۔ اگر اِس کے ساتھ دہی کا رائتہ بنا لیں تو کھانے کا مزہ دوبالا ہو جائے گا۔ اب آپ سوچیں گے رائتہ کون سا؟ تو مختلف قسم کے رائتے انو منو آپ کو پچھلی اقساط میں بنانا سکھا چکی ہے۔ تو بس ان ہی میں سے کوئی رائتہ بنائیے اور ساتھ پیاز بھی کاٹ لیجیے۔

یہ کھانا جب بھی انو منو کے گھر میں بنتا ہے تو سب ہی بہت رغبت سے اسے کھاتے ہیں۔ یہ آپ کو بھی بہت پسند آئے گا، ان شاء اللہ! کھانا کھا کر ذرا چہل قدمی کر لیجیے گا، تا کہ کھانا ہضم ہو جائے اور معدے کو سکون ملے۔ معدہ سکون میں رہے گا تو آپ صحت مند رہیں گے، ان شاء اللہ!

کھانا کھا کر شکر اَدا کرنے کے ساتھ ساتھ انو منو کو دُعا لازمی دیجیے گا۔

ملتے ہیں اگلے ماہ ایک آسان اور مزے دار ترکیب کے ساتھ، ان شاء اللہ! تب تک کے لیے السلام علیکم!

قارئین

بکھرے موتی

☆ہر حقیقی کام لگاتار محنت مانگتا ہے۔

☆غلطی پر شرمندہ نہ ہونا دوسری غلطی ہے۔

☆اللہ تعالیٰ کی قربت کا آسان ترین راستہ عاجزی ہے۔

(محمد حمزہ اویس۔کراچی)

☆سچائی وہ بیج ہے جو وقت کے ساتھ درخت بن جاتا ہے۔

☆جو وقت کی قدر نہیں کرتا وقت اسے رُلا دیتا ہے۔

☆اچھے دوست آئینہ ہوتے ہیں، سچ دکھاتے ہیں۔

☆عقل والا وہی ہے جو سیکھنے کا موقع کبھی نہ چھوڑے۔

(بریرہ بنت صالح۔کراچی)

☆ادب، علم سے پہلے سیکھو، ورنہ علم، غرور بن جاتا ہے۔

☆تمیز وہ زیور ہے جو ہر لباس کو خوب صورت بناتا ہے۔

☆محنت کی گاڑی دیر سے چلتی ہے، مگر منزل تک ضرور پہنچتی ہے۔

☆جو بڑوں کی بات مانے وہ زندگی کی راہ پر آسانی سے چلتا ہے۔

(عبیداللہ بن عبداللہ۔کراچی)

☆خوش اخلاقی بغیر قیمت کے دل جیت لیتی ہے۔

☆جو ماں باپ کی قدر کرے دنیا اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔

☆چھوٹا سا جھوٹ، بڑی مصیبت کا دَروازہ کھول دیتا ہے۔

☆دل صاف ہو تو چہرہ خود روشن ہو جاتا ہے۔

☆تنہائی میں کیا گیا نیکی کا کام، اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔

☆دعا وہ کنجی ہے جو بند دروازے کھول دیتی ہے۔

☆بڑوں کا ادب وہ درخت ہے جس کے سائے میں کامیابی پلتی ہے۔

(آمنہ ثاقب۔فیصل آباد)

☆خاموشی اکثر بہترین جواب ہوتی ہے۔

☆حسد کرنے والا ہمیشہ خود ہی جلتا ہے، دوسروں کا کوئی نقصان نہیں کرپاتا۔

☆نرمی دلوں کو فتح کرلیتی ہے۔

☆اپنا قصور مان لینا سب سے بڑی بہادری ہے۔

(حیدر علی۔میرپور خاص)

☆دین کا ضروری علم حاصل کرنا فرض ہے، چاہے جتنا بھی مشکل ہو۔

☆معاف کرنے والا دِل سب سے بڑا ہوتا ہے۔

☆دوسروں کو خوشی دینا، خود خوش ہونے کا راستہ ہے۔

☆کسی کو حقیر نہ سمجھو، ہر انسان میں کوئی نہ کوئی خوبی ہوتی ہے۔

(منیب الرحمٰن۔لاہور)

☆ہر نیا دِن نئی نیکی کا موقع لے کر آتا ہے۔

☆نیت صاف ہو تو کام میں برکت خود آجاتی ہے۔

☆چھوٹی چھوٹی خوشیاں مل کر بڑی خوشی بنتی ہے۔

☆اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیا گیا کبھی ضائع نہیں ہوتا۔

(مسفرہ بنت فرخ۔سکھر)

بادشاہ کا انصاف

محمد کاشف اقبال۔ کراچی

بائیس سال کی عمر میں دنیا کا سفر افریقی ملک طنجہ سے میں نے شروع کیا اور 9 سال تک مختلف ملکوں کا سفر کرنے کے بعد اَب میں 734 ہجری میں ہندوستان پہنچ گیا ہوں۔ میرا سفر کافی طویل ہے اور اِس دوران میں، میں نے دنیا کے بہت سے ملکوں کا دورہ کیا اور مختلف لوگوں سے ملاقاتیں کیں۔

میں غرناطہ میں ہندوستانیوں سے ملاقات کر چکا ہوں اور اَب ہندوستان میں غرناطہ والوں سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔

ہندوستان پہنچنے کے بعد اَب میں دہلی کا سفر کر رہا ہوں، تاکہ ہندوستان کے مختلف علاقے بھی دیکھوں اور سلطان محمد تغلق شاہ سے ملاقات بھی کروں۔ دنیا مجھے ابن بطوطہ کے نام سے جانتی ہے اور میں آج سے تقریباً 600 سال پہلے ہندوستان آیا تھا۔

عزیز دوستو! مجھے ہندوستان کے مختلف شہر دیکھنے کا موقع ملا اور یہاں میں نے کچھ سال گزارے۔ سلطان محمد تغلق شاہ سے بھی ملاقات کی اور غرناطہ کے باشندوں سے بھی ملا، جس سے مجھے معلوم ہوا کہ مسلمان تجارت کرنے کے لیے مختلف ممالک میں جاتے رہتے ہیں۔

عزیز دوستو! یوں تو اِس پچیس سالہ طویل سفر کے دوران میں مجھے بہت کچھ دیکھنے اور سیکھنے کا موقع ملا، جس کا ذِکر میں نے اپنے سفرنامے میں کیا ہے، جو سفرنامہ ابنِ بطوطہ کے نام سے مشہور ہے، لیکن آج آپ کو بادشاہ سلطان محمد تغلق شاہ کے زمانے کا ایک واقعہ سنانا چاہتا ہوں:

ان دنوں دہلی میں تہذیب وثقافت کا دور دَورہ تھا، لوگ مالی اعتبار سے بھی خوش حال تھے۔ میں شہر میں مختلف لوگوں سے ملاقات کر رہا تھا اور گھوم پھر کر مختلف جگہیں دیکھ رہا تھا، اس دوران میں اچانک لوگوں کے درمیان یہ بات ہونا شروع ہوئی کہ ایک لڑکا، قاضی صاحب کے پاس گیا ہے اور اُس نے قاضی کی عدالت میں یہ شکایت کی ہے کہ بادشاہ محمد تغلق شاہ نے مجھے بلاوجہ مارا ہے، اس لیے مجھے بدلہ دلوایا جائے۔

لوگ اس بارے میں آپس میں بات کر رہے تھے اور میں بھی ان کی

بات سن رہا تھا کہ بادشاہ بہت انصاف پسند ہے اور وہ ہمیشہ قاضی صاحب کی بات مانتا ہے۔ میں نے اس بارے میں لوگوں سے دریافت کیا کہ وہ کیسے بادشاہ کے انصاف پسند ہونے کی گواہی دے رہے ہیں۔

اس پر لوگوں نے مجھے بتایا کہ بادشاہ نے قاضی صاحب کو کہہ رکھا ہے کہ جب بھی میں آپ کے پاس آؤں تو نہ میرے پاس کوئی ہتھیار ہوگا نہ ہی سپاہی ہوں گے۔ میں ایک عام آدمی کی طرح آپ کے پاس آؤں گا اور آپ بھی ایک عام آدمی کی طرح میرے ساتھ پیش آئیے گا۔ جس طرح کسی ملزم کے آپ کے پاس حاضر ہونے پر آپ اپنی جگہ سے کھڑے نہیں ہوتے ایسے ہی میرے آنے پر بھی اپنی جگہ پر ہی بیٹھے رہیے گا۔

ابھی میں بادشاہ کے اس انصاف پسند رویے پر غور ہی کر رہا تھا کہ اس دوران میں ایک اور آدمی نے ایک دوسرا قصہ بیان کیا کہ ایک مسلمان نے قاضی کے سامنے یہ دعویٰ کیا تھا کہ بادشاہ پر میرا مال نکلتا ہے اور اِس پر اُس مسلمان نے گواہ بھی پیش کر دیے تھے، اس لیے قاضی نے بادشاہ سے اس مسلمان کو مال دلوا دیا تھا۔

دیگر لوگ بھی بادشاہ کی انصاف پسندی اور قانون کے احترام سے متاثر نظر آتے تھے اور بادشاہ کی خوب تعریف کر رہے تھے۔ یہ واقعات میرے لیے بڑے حیران کن تھے، اس لیے میں نے یہ سوچا کہ اس مرتبہ قاضی کی عدالت میں جو معاملہ پیش ہوا ہے اسے چل کر مجھے اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہیے، تاکہ میں ان باتوں کی تصدیق کر سکوں۔

میں نے پتا کیا کہ قاضی کے پاس اس لڑکے کا معاملہ، جس نے بادشاہ پر یہ الزام لگایا ہے کہ اس نے مجھے بلا وجہ مارا ہے، کب پیش ہوگا؟ معلومات کرنے پر مجھے تاریخ معلوم ہوگئی تو میں اس تاریخ کا انتظار کرنے لگا۔ اس دوران میں، میں دہلی کے مختلف علاقے دیکھتا رہا اور لوگوں سے ملتا رہا۔

پھر جب مقررہ تاریخ آئی تو میں وقت سے پہلے قاضی کی عدالت میں پہنچ گیا اور اِنتظار کرنے لگا کہ کب سلطان محمد تغلق شاہ آئیں گے؟ کچھ دیر بعد سلطان تشریف لائے اور میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے سلطان کو بغیر ہتھیار اور بغیر سپاہیوں کے قاضی کی عدالت میں حاضر ہوتے دیکھا۔

سلطان نے قاضی صاحب کو سلام کیا اور قاضی صاحب نے اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے سلطان کو جواب دیا۔ اس کے بعد وہ لڑکا جس نے سلطان پر اِلزام لگایا تھا قاضی کے پاس حاضر ہوا اور اُس نے قاضی کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کیا کہ بادشاہ نے مجھے 21 چھڑیاں بلا وجہ ماری تھیں۔

بادشاہ نے جب لڑکی کی بات سنی تو اُس لڑکے سے کہا:

”اگر تم سمجھتے ہو کہ میں نے تمھیں ناحق مارا ہے تو تمھیں قسم ہے کہ جس طرح میں نے تمھیں مارا تھا، اسی طرح تم بھی مجھے مارلو۔“ یہ کہتے ہوئے بادشاہ نے قاضی صاحب سے گزارش کر کے چھڑی لڑکے کو دے دی۔ لڑکے نے بھری عدالت میں بادشاہ کو 21 چھڑیاں ماریں، یہاں تک کہ ایک مرتبہ بادشاہ کی پگڑی بھی سر سے گر گئی۔

میرے لیے یہ بہت حیرت انگیز منظر تھا کہ کس طرح بادشاہ اپنے اوپر انصاف جاری کروا رہا ہے! میں 9 سال سے سفر کر رہا تھا اور اِس کے بعد بھی میرا آگے سفر کرنے کا سلسلہ رہا، لیکن یہ واقعہ میں کبھی نہیں بھول سکتا کہ ایک بادشاہ نے ایک عام آدمی کو اپنے اوپر سزا جاری کرنے کی اجازت دی، جس میں ہم سب کے لیے یہ سبق ہے کہ انصاف سب کے لیے برابر ہے۔

جب ملک کا بادشاہ اپنے اوپر اِنصاف جاری کرنے کے لیے تیار ہوگا اس کے ملک میں دوسرے لوگ بھی اپنے آپ کو اِنصاف سے بالاتر نہیں سمجھیں گے، اس لیے ہم سب کو اِس بات کا اہتمام کرنا چاہیے کہ اگر ہمارا اپنا بھی نقصان ہو رہا ہو تب بھی ہم انصاف کا ساتھ دیں۔

ذوقِ معلومات (۱۱۴۳) کا درست جواب

☆ حضرت حر رحمۃ اللہ علیہ بن یزید ریاحی

رنگین راز ❷ کا درست جواب

☆ آپ ہی مارے، آپ ہی چلّائے۔

الطاف حسین۔ راولپنڈی

سوال آدھا جواب آدھا

اس کھیل میں چند جملے ہیں،
ہر جملہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔
پہلے حصے میں کچھ معلومات دی گئی ہیں، جب کہ دوسرے حصے میں اسی طرح کی معلومات آپ سے پوچھی گئی ہیں۔ آپ مطلوبہ معلومات ہمیں 30 ستمبر تک ارسال کردیجیے، ہم آپ کو اِس کا انعام روانہ کردیں گے۔ ایک سے زیادہ درست جوابات موصول ہونے کی صورت میں قرعہ اندازی کے ذریعے تین قارئین کرام کو اِنعام سے نوازا جائے گا۔
کوپن پُر کرکے ساتھ بھیجنا نہ بھولیے گا۔

۱ قرآن مجید میں دس رکوع پر مشتمل سورتوں کی تعداد تین ہے۔ (سورۂ انفال، سورۂ ہود اور سورۂ حج)...... آپ یہ بتایئے کہ قرآن مجید میں کون سی تین سورتیں بارہ رکوع پر مشتمل ہیں؟

۲ ''زمانہ ماضی'' گزرے ہوئے زمانے کو کہتے ہیں...... بتایئے ''زمانہ جاہلیت'' کس زمانے کو کہا جاتا ہے؟

۳ پاکستان کے صوبہ سندھ کے پہلے گورنر شیخ غلام حسین ہدایت اللہ تھے......آپ یہ بتایئے کہ صوبہ سندھ کی پہلی خاتون گورنر کون تھیں؟

۴ بُوڈونگ، سورابایا اور جکارتا، اسلامی ملک انڈونیشیا کے مشہور شہروں میں شمار ہوتے ہیں...... بتایئے حلب، حمص اور دِمشق کس اسلامی ملک کے مشہور شہر ہیں؟

۵ شمالی کوریا نے 15 اگست 1945ء جاپان سے آزادی حاصل کی تھی...... بتایئے اسی تاریخ کو جنوبی کوریا کس ملک کے تسلط سے آزاد ہوا تھا؟

۶ انگریزوں نے 1600ء میں برصغیر پاک و ہند میں برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی قائم کی تھی......بتایئے فرانسیسیوں نے کس سن میں فرانسیسی ایسٹ انڈیا کمپنی قائم کی تھی؟

۷ ''منگلا جھیل''، ضلع جہلم کی تحصیل دِینہ سے بارہ میل کے فاصلے پر واقع ہے...... بتایئے ضلع اسلام آباد سے آٹھ میل کے فاصلے پر کون سی مشہور جھیل واقع ہے؟

۸ ''دستک نہ دو'' اردو زبان کا مشہور ناول ہے، جس کی مصنفہ الطاف فاطمہ ہیں...... بتایئے مشہور ناول ''جنگلوس'' کے مصنف کا کیا نام ہے؟

۹ ''خدا دیتا ہے تو چھپر پھاڑ کر دیتا ہے'' اردو زبان کی ایک مشہور ضرب المثل ہے، جس کا مطلب ہے: ''اللہ تعالیٰ جب دیتا ہے تو کسی سبب کے بغیر بھی دے دیتا ہے''...... بتایئے ''خدا گنجے کو ناخن نہ دے'' کا کیا مطلب ہے؟

پیکرِ جمال

سمیہ اسد۔ جہلم

نبی آخرالزماں، خاتم الانبیاء، خوش بوئے ارض وسما، محبوب کبریا، وجہ تخلیق کائنات، ہم سب کے دلوں کی دھڑکن، ہماری جان حضرت محمد مصطفی ﷺ کی سیرتِ طیبہ کا ہر پہلو اپنے اندر خیر کا ایک جہاں سموئے ہوئے ہے۔ آپ ﷺ کا ہر قول و فعل، جو آپ ﷺ سے صادر ہوا وہ آپ ﷺ کی سیرت کہلاتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ پاک کے ارشاد کا مفہوم ہے: بے شک! تمھارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں اچھا عملی نمونہ ہے۔

اللہ تعالی نے آپ ﷺ کی ہر ہر اَدا کو محفوظ رکھا ہے، یہاں تک کہ آپ ﷺ سے منسوب اشیا کے ناموں تک کو اُن کی تفصیلات کے ساتھ محفوظ رکھا۔ یہ آپ ﷺ کا اعجاز ہے اور محب کی محبوب سے وفا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کیا۔“

آپ ﷺ کی سیرت کے سب سے بڑے گواہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں، جنھوں نے ہر پل، ہر لمحہ آپ کی صحبت میں گزارا۔ آپ ﷺ کی سیرت کا ان سے بڑا گواہ کون ہوسکتا ہے جو آپ ﷺ کے لعاب مبارک تک کو زمین پر نہ گرنے دیتے تھے۔ آپ ﷺ کے پسینے مبارک کو شیشیوں میں محفوظ کر کے بطورِ عطریات اس کا استعمال فرماتے تھے۔

آپ ﷺ تک پہنچنے کا سب سے بڑا ذریعہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ آج ہم آں حضرت ﷺ کی سیرت طیبہ کے چند روشن گوشوں کا ذِکر کریں گے، جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بیان کردہ ہیں۔

حلیہ مبارک: آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ سرخی مائل سفید تھا۔ بال مبارک سیاہ ہلکے گھنگھریالے، ریشم کی طرح ملائم، انتہا خوب صورت جو کبھی شانہ مبارک تک دراز ہوتے تو عموماً گردن تک اور کبھی کانوں کی لو تک رہتے تھے۔ رخِ انور ماہِ کامل کی مانند چمکتا ہوا۔ سینۂ مبارک فراخ اور کشادہ، جسمِ اطہر نہ دبلا نہ موٹا، انتہائی سُڈول، جس پر کوئی داغ دھبا نہیں تھا۔ دونوں شانوں کے بیچ پشت پر مہرِ نبوت، کبوتر کے انڈے کے برابر سرخی مائل ابھری ہوئی کہ دیکھنے میں بھلی معلوم ہوتی۔

پیشانی مبارک کشادہ، بلند اور چمک دار۔ ابروئے مبارک کمان دار، غیر پیوستہ۔ دہن شریف کشادہ۔ ہونٹ مبارک یاقوتی، مسکراتے تو دندان مبارک موتی کی مانند چمکتے۔ دانتوں کے درمیان ہلکی ہلکی درزیں تھیں، گفتگو فرماتے تو نور نکلتا تھا۔ سینہ مبارک پر بالوں کی ہلکی سی لکیر ناف تک تھی، باقی جسمِ اطہر بالوں سے پاک تھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اتفاق ہے کہ آپ ﷺ جیسا خوب صورت نہیں دیکھا گیا۔

حضرتِ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، شاعرِ رسول فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ سے زیادہ حسین مرد میری آنکھوں نے نہیں دیکھا اور آپ سے زیادہ خوب صورت مرد کسی عورت نے نہیں جنا۔ آپ ہر قسم کے ظاہری اور باطنی عیب سے پاک پیدا ہوئے، گویا آپ اپنی مرضی کے مطابق پیدا ہوئے ہیں۔

آپ ﷺ اعلیٰ ترین اخلاق کے مالک تھے۔ آپ ﷺ چیخ کر بات کرتے نہ شور مچاتے، نہ چلا کر بولتے، بل کہ انتہائی نرم لہجے میں تحمل کے ساتھ ہر لفظ واضح بولتے کہ سننے والا باآسانی آپ کی بات سمجھ جاتا۔ چال مبارک ایسی تھی گویا بلند جگہ سے اتر رہے ہوں۔ قدم مبارک کو پوری طرح رکھ کر چلتے تھے کہ نعلین مبارک کی آواز نہیں آتی تھی۔

ہاتھ اور قدم مبارک ریشم کی طرح انتہائی نرم گداز اور قدم پُرگوشت تھے۔ ذاتی معاملے میں آپ ﷺ نے کبھی غصہ نہیں فرمایا۔ نبوت ملنے سے پہلے کے دور میں بھی آپ ﷺ صادق اور امین کے لقب سے مشہور تھے۔ جب بھی کوئی فیصلہ کرنا ہوتا لوگ آپ ﷺ کی رائے لیتے اور آپ ﷺ کی امانت داری کے باعث لوگ اپنی امانتیں آپ ﷺ کے پاس رکھواتے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام اوصافِ حمیدہ آپ ﷺ میں جمع فرما دیے تھے۔

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے اعلیٰ اخلاق کی تعریف کی ہے، فرمایا: وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ (بے شک آپ ﷺ اخلاق کے بلند مرتبے پر فائز ہیں۔)

آپ ﷺ کے اخلاق کو دیکھ کر کافر اسلام قبول کر لیتے تھے۔ آپ ﷺ اپنے گھر والوں کے لیے بھی بہترین تھے۔ انتہائی نرم خو، نرم مزاج۔ ان سے ہنسی مذاق کرتے، ان کی دل جوئی فرماتے۔ اپنے گھر کے اکثر کام خود کر لیتے، کپڑوں میں پیوند لگا لیتے، جوتے مبارک خود گانٹھ لیتے۔

صبر و استقامت کے کوہِ گراں تھے۔ دشمنانِ اسلام نے آپ ﷺ کو تکلیف پہنچانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ کبھی آپ کو ساحر و مجنون کہا جاتا تو کبھی راستے میں کانٹے بچھا دیے جاتے، کبھی جسمِ اطہر پر غلاظت ڈال دی جاتی، اقتصادی ناکا بندی اور سماجی مقاطعہ بھی کیا گیا، لیکن آپ ﷺ کے پایہ استقلال میں کوئی لغزش نہ آئی۔

شجاعت اور بہادری میں آپ ﷺ اپنی مثال آپ تھے۔ جنگ کے موقع پر ہمیشہ آگے رہتے اور دُشمن کے سب سے زیادہ قریب ہوتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب جنگ کے شعلے خوب بھڑک اٹھتے تو ہم آپ ﷺ کی آڑ لیا کرتے تھے۔ نہایت کٹھن اور مشکل مواقع پر، جب کہ بڑے بڑوں کے پاؤں اکھڑ گئے آپ ﷺ اپنی جگہ پر قائم رہے۔

سخاوت میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ کبھی کسی سوالی کو خالی ہاتھ نہ جانے دیتے۔ لوگ آپ ﷺ سے جس چیز کا مطالبہ کرتے آپ ﷺ کبھی انکار نہ فرماتے۔

ایک شخص کو آپ ﷺ نے اتنی بکریاں دیں کہ جس سے دو پہاڑوں کے درمیان والی زمین بھر گئی۔ اس نے اپنی قوم سے کہا کہ تم لوگ مسلمان ہو جاؤ، محمد ﷺ اتنا عطا کرتے ہیں کہ پھر محتاجی کا ڈر نہیں رہتا۔

شفقت کا یہ عالم تھا کہ بچوں سے آتے جاتے سلام فرماتے۔ ایک بچے کی چڑیا مر گئی تو آپ ﷺ اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور اُس سے تعزیت کی۔

ایک مرتبہ حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ آپ ﷺ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پیار کر رہے ہیں تو عرض کیا: میرے دس بچے ہیں، لیکن میں نے کبھی انھیں پیار نہیں کیا۔ فرمایا: جو رحم نہ

کرے گا (بچوں عاجزوں یتیم اور ضعیفوں پر) اللہ بھی اس پر رحم نہیں کرے گا۔

آپ ﷺ نے جانوروں کے حقوق بھی بیان فرمائے۔ چناں چہ ایک مرتبہ آں حضرت ﷺ کے پاس ایک اونٹ آ کر رونے لگا اور اپنے مالک کی شکایت کرنے لگا۔ آپ ﷺ نے اس کے مالک کو بلا کر فرمایا: ”تم سے اس کے بارے میں قیامت کے دن سوال ہوگا، تم اس کا خیال رکھو۔ اس سے زیادہ مشقت والا کام نہ لو۔“

غرض زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس کا پہلو آپ ﷺ نے نہ بتایا ہو۔ قربان جائیں آپ ﷺ پر جنھوں نے وحشیوں کو بھی جینے کا ڈھنگ سکھا دیا۔

ہوں لاکھوں سلام اس آقا پر، بُت لاکھوں جس نے توڑ دیے
دنیا کو دیا پیغامِ سکوں، طوفانوں کے رخ موڑ دیے
اس ہادیِ عالم نے کیا کیا نہ دیا انسانوں کو
دستور دیا، منشور دیا، کچھ راہیں دیں، کچھ موڑ دیے

آپ ﷺ کی زندگی ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے اور نجات کا ذریعہ بھی، جس پر چل کر ہی ہم دونوں جہاں کی کام یابی حاصل کر سکتے ہیں۔ اللہ پاک ہمیں آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

۱۱۵

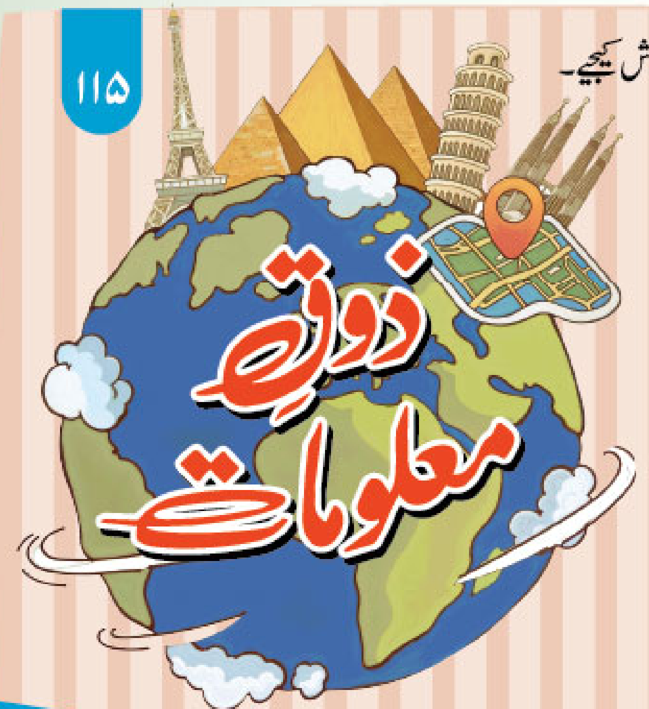

سعد علی چھیپا۔ کراچی

یہ کُل پانچ اشارات ہیں۔ آپ ان کی مدد سے درست جواب تک پہنچنے کی کوشش کیجیے۔ اگر آپ ان اشارات کے ذریعے درست جواب تک پہنچ جائیں تو بُوجھا گیا جواب آخری صفحے پر موجود کوپن کے ساتھ ہمیں ارسال کر دیجیے اور اَپنی معلومات کا انعام ہم سے پایئے۔ آپ کا جواب 30 ستمبر تک ہمیں پہنچ جانا چاہیے۔

یہ کون ہیں؟

۱ یہ 22 فروری 1923ء کو ٹمن (تحصیل تلہ گنگ، ضلع چکوال) میں پیدا ہوئے اور اِن کی وفات 15 دسمبر 2011ء کو ہوئی۔

۲ انھوں نے جنوری 1941ء میں برٹش انڈین ایئر فورس میں کمیشن حاصل کیا اور یہ 23 جولائی 1965ء سے 1969ء تک پاک فضائیہ کے کمانڈر انچیف رہے۔

۳ 1965ء کی جنگ میں انھوں نے دشمن کا بہادری سے مقابلہ کیا اور دِفاع مضبوط بنایا۔

۴ انھیں ستارۂ جرأت، ہلالِ جرأت، ہلالِ شجاعت، ہلالِ قائدِ اعظم اور ستارۂ پاکستان جیسے اعزازات ملے۔

۵ یہ سابقہ مغربی پاکستان کے گورنر بھی رہے۔ 1985ء سے 1988ء تک یہ قومی اسمبلی کا رکن بھی رہے۔

شاہینوں کے نام

امت الحق سحر۔ اسلام آباد

حمد بھی رب کی مرے، شکر بھی اس ذات کا ہے
ذکر ہر لب پہ جو شاہیں کے کمالات کا ہے

جذبہ و شوق سے فولاد کی دیوار بنے
اب تو رافیل نشاں ان کی فتوحات کا ہے

ہم پہ لازم ہے، کریں شکر کے لاکھوں سجدے
فضل ہم پر جو شہِ ارض و سماوات کا ہے

ڈٹ کے اک ساتھ کھڑے ہیں، یہ سدا چوکس ہیں
کہ پڑوسی کو نشہ گویا فسادات کا ہے

اپنی سازش جو الٹ جائے خود اس پہ تو وہاں
فلسفہ اس کا ہمیشہ سے تضادات کا ہے

اپنا مذہب ہے جدا، ان سے ہے تہذیب الگ
بھولتے جاتے تھے، رونا تو اسی بات کا ہے

شکر مالک کا، پھر اک بار دکھایا اس نے
اس قدر فرق جو اقدار و روایات کا ہے

یہ مری قوم کے بیٹے، ہیں جو ہر دم چوکس
قوم کا فخر ہیں، ثمرہ یہ مناجات کا ہے

ہے دعا، فخر بنیں اب یہ فلسطیں کا سحرؔ
کہ یہی وقت یہودی سے حسابات کا ہے

بغیر پائلٹ کے پرواز

ڈاکٹر عاصم بھروچہ۔ کراچی

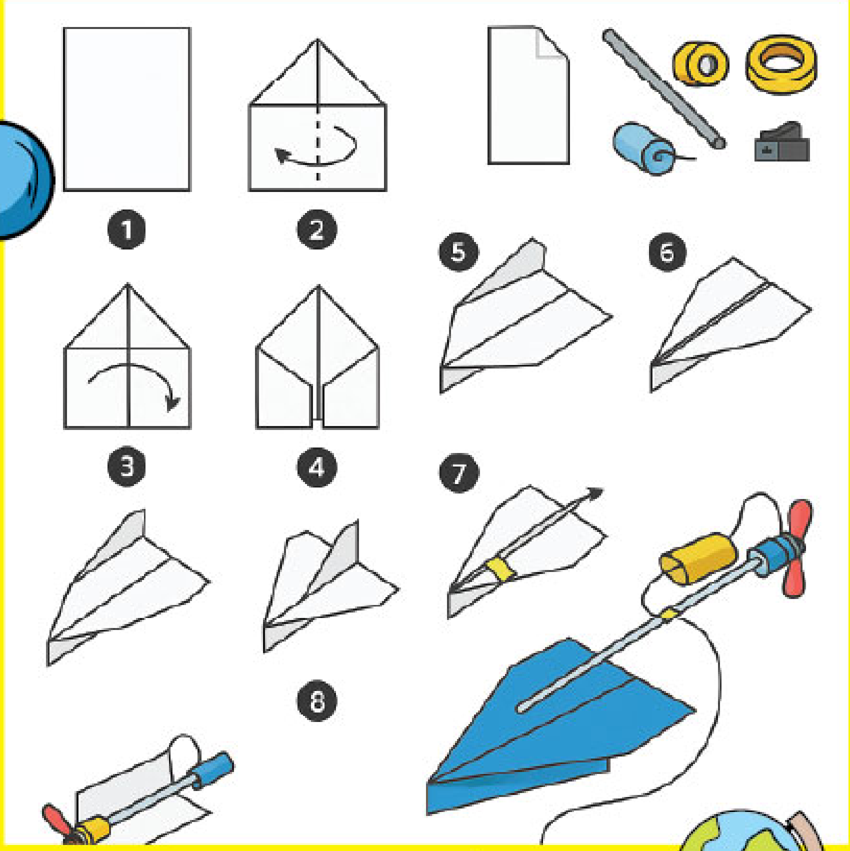

ہم نے پچھلی مرتبہ ہوابازی کا بنیادی اصول پڑھا تھا۔ اب ہم ''ترقی یافتہ پرواز'' کریں گے اور چھوٹی عمر میں انجینئرنگ کا مزہ بھی چکھیں گے۔

تو جناب نئے انجینئر صاحب! آپ کے اگلے پروجیکٹ کے لیے درج ذیل سامان درکار ہے:

① موٹر (1.5V-3V DC، جیسی چھوٹے کھلونوں میں ہوتی ہے۔

② پروپیلر فین (Propeller Fan) (موٹر کے سائز کے مطابق)

③ دیوار والی گھڑی میں یا ریموٹ میں لگنے والا سیل (AA یا AAA سیل)

④ سیل ہولڈر (اختیاری، مگر بہتر)

⑤ بند کرنے اور کھولنے کا بٹن (آن/آف سوئچ)

⑥ ٹیپ، کاغذ، جوس وغیرہ پینے کی نلکی (اسٹرا)، ہلکا کارڈ بورڈ (ہلکا ہونا ضروری ہے۔)

طریقۂ کار:

1۔ جہاز بنائیں:

A4 کاغذ سے ایک سادہ، مگر خوب صورت کاغذی جہاز بنائیں۔ نوک تیز، بازو چوڑے۔

2۔ موٹر لگائیں:

کاغذ کے اوپر یا نیچے ایک نلکی ٹیپ سے لگائیں۔ یہ ''انجن پاڈ'' ہے۔

اس نلکی کے ساتھ موٹر کو ٹیپ سے جوڑ دیں، تاکہ اس کا وزن بیچ میں رہے۔

3۔ پروپیلر لگائیں:

موٹر کے آگے چھوٹا سا پروپیلر فین فٹ کریں۔ دوسرے بچوں کو بتائیں کہ یہ ہمارا ''پنکھا انجن'' ہے۔

بقیہ صفحہ نمبر 54

حافظ محمد دانش عارفین حیرت۔ لاہور

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

''میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔'' (ترمذی)

20۔ حسن بن صباح

علی ایک نہایت شاطر، عیار اور ہوش یار شخص مانا جاتا تھا۔ اس کی رہائش عراق کے شہر ''رے'' میں تھی۔ ان دنوں رے کے حاکم ابومسلم رازی تھے، جو ایک پکے سچے مسلمان تھے، جب کہ علی ایک بدعتی تھا، اسی وجہ سے اس کی معاشرے میں عزت نہیں تھی۔ علی چاہتا تھا کہ اس کی معاشرے میں عزت کی جائے۔ اس کے لیے اس نے بہت کوشش کی، لیکن اپنی اس کوشش میں اپنی بدعتوں کی وجہ سے کام یاب نہیں ہوسکا۔ علی کا ایک بیٹا بھی تھا جس کا نام حسن تھا، یہ خراسان کے شہر ''طوس'' میں پل بڑھ رہا تھا۔

چوں کہ علی ایک بدعتی شخص تھا، اس لیے اس نے اپنے بیٹے کو بھی ایسے ہی ایک ادارے میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے داخل کروا رکھا تھا۔ کچھ عرصے میں علی کو اِس بات کا ادراک ہوگیا کہ وہ اپنی کوششوں سے اپنے آپ کو عزت اور مرتبے والا ثابت نہیں کرسکتا، اس لیے اس نے ایک دوسرا راستہ اختیار کیا۔

علی کو معلوم ہوا کہ نیشاپور میں ایک نیک شخص امام موفق تعلیم دیتے ہیں اور اُن کے درس میں شامل ہونے والوں کی کثیر تعداد ہوتی ہے۔ اس نے اپنے بیٹے حسن کو طوس سے بلوا کر نیشاپور میں امام موفق کے درس میں داخل کروا دیا۔ اس عمل سے علی یہ سوچتا تھا کہ وہ اپنے اوپر سے بدعتی ہونے کا دَاغ ہٹا دے گا اور اُسے عزت حاصل ہوجائے گی، لیکن بدعتی ہونے کا داغ مٹانے کے لیے بدعت کو عمل سے نکالنا ہوتا ہے، نہ کہ اس پر قائم رہتے ہوئے ضد کرنا کہ بدعتی نہ کہا جائے۔

بہرحال، علی نے اپنے بیٹے حسن کو جب امام موفق کے درس میں داخل کروایا تو حسن کو معلوم ہوگیا کہ اس کے والد کی وجہ سے اس کی عزت نہیں ہے، اس نے اپنا نام بدل کر حسن بن صباح رکھ لیا۔ اس کے دادا میں سے ایک دادا کا نام حسن بن صباح تھا، اس لیے اس نے اپنا نام حسن بن علی کے بجائے حسن بن صباح رکھا۔ اس میں کوئی غلط بات بھی نہیں تھی، کیوں کہ اس کا نسب کچھ یوں تھا: ''حسن بن علی بن احمد بن جعفر بن حسن بن صباح حمیری۔''

حسن بن صباح کے ساتھ اگرچہ بہت سے نوجوان تعلیم حاصل کر رہے تھے، لیکن اس کی دوستی حکیم عمر خیام نیشاپوری اور خواجہ حسن طوسی کے ساتھ تھی۔ ان تینوں کی دوستی مشہور تھی اور یہ تینوں مل جل کر سبق یاد کرتے اور مشق کرتے تھے۔

ایک روز حسن بن صباح اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ دوستوں کی آپس میں خوش گپیاں ہو رہی تھیں۔ ایسے میں اچانک حسن بن صباح نے اپنے ساتھیوں کو متوجہ کر کے کہا: ''دوستو! میری بات سنو۔''

دوستوں نے جواب دیا: ''جی سناؤ۔''

حسن بن صباح نے کہا: ''دوستو! بات یہ ہے کہ سب لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے استادِ محترم امام موفق کے تمام شاگرد کسی نہ کسی

اچھے اور عالی شان مرتبے پر ضرور پہنچتے ہیں۔ فرض کر لیں کہ اگر ہم تینوں کسی اچھے مقام اور مرتبے پر نہ پہنچ سکے تو ہم میں سے ایک نہ ایک تو کسی مقام اور مرتبے پر لازمی پہنچے گا۔"

اس کے دوست ابھی تک اس کی طرف متوجہ تھے۔ انھوں نے حسن بن صباح کی طرف اپنے کان جمائے رکھے۔ حسن بن صباح نے انھیں متوجہ پا کر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھا:

"میں چاہتا ہوں کہ آج ہم تینوں مل کر عہد کریں کہ ہم میں سے جو شخص بھی بڑے رتبے کو پہنچے وہ ضرور اپنے باقی دونوں ساتھیوں کا خیال رکھے۔"

حسن کی بات سن کر دونوں دوستوں نے اس کی تائید کی:

"تمھاری بات کافی معقول ہے۔ ہم مل کر عہد کرتے ہیں۔"

پھر تینوں دوستوں نے مل کر ایک دوسرے سے یہ وعدہ لیا۔

اس کے بعد اِن دوستوں نے محفل برخاست کر دی۔ کچھ عرصے میں ان دوستوں کی تعلیم مکمل ہوگئی اور یہ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

......☆......

عمر خیام کی دل چسپی ریاضی، فلسفہ اور شاعری میں تھی، اس نے انھی شعبوں میں تفصیلی کام کیا۔ اس کی محنت رنگ لائی اور اُس کا شمار دُنیا کے گنے چنے ریاضی دانوں میں ہونے لگا۔ آج بھی دنیا اسے جانتی ہے اور یورپ کی یونی ورسٹیوں میں اس کے فلسفے پر شعبہ جات قائم ہیں۔

دوسرا دوست خواجہ حسن طوسی تھا، اس کی دل چسپی بھی حساب کتاب میں تھی۔ اس نے اسلامی سلطنت کے اندر اپنی قسمت آزمانے کا فیصلہ کیا اور اُسے سلجوق سلطنت میں ملازمت مل گئی۔ اس نے محنت سے کام کیا اور ترقی کرتے کرتے سلجوق سلطنت کا وزیر اعظم بن گیا۔ آج تاریخ اسے نظام الملک طوسی کے نام سے جانتی ہے۔ اس نے سلجوق سلطنت کا نظام نہایت خوبی اور مہارت سے چلایا۔ یہی نہیں، اس نے علم وفن کی ترقی کے لیے بھی کافی کام کیے۔ اس نے بغداد میں سب سے بڑا دار العلوم تعمیر کروایا۔ یہ دار العلوم "مدرسہ نظامیہ" کے نام سے مشہور ہوا۔

تیسرا بچا حسن بن صباح، یہ واپس اپنے ملک طوس کے شہر رَے چلا گیا۔ وہاں پر اِس کا نام اس کے والد کی وجہ سے خراب تھا، اس لیے یہ کسی کام کاج میں نہ لگ سکا۔ دوسرا، اسے ویسے بھی براہِ راست آخری سیڑھی پر چڑھنے کا شوق تھا، اس لیے اگر کسی نے اسے کام دیا بھی تو اِس نے انکار کر دیا۔ اس نے خفیہ طور پر مصر کے کچھ لوگوں سے خفیہ ملاقات کی۔ یہ ملاقات انتہائی خفیہ تھی، لیکن ابو مسلم رازی ایک حاضرِ دماغ انسان تھے، انھیں اس بات کی بھنک لگ گئی۔ انھوں نے فوراً حسن بن صباح کو پیغام بھجوایا: "دربار میں حاضر ہو۔"

حسن بن صباح کو جیسے ہی یہ پیغام ملا وہ بجائے اس کے کہ دربار میں حاضر ہوتا، الٹا غائب ہو گیا۔ اب اس کی گرفتاری کے احکامات جاری ہو گئے۔ حسن بن صباح اب چھپتا پھرتا تھا۔ ابو مسلم رازی نے حسن کی روپوشی کو ایک خطرہ جانا اور اپنے ساتھیوں سے کہا: "حسن بن صباح لوگوں کو گمراہ کر کے بڑے فتنے میں مبتلا کر دے گا۔"

ابو مسلم رازی کے یہ الفاظ سو فی صد درست ثابت ہوئے اور کچھ ہی عرصے بعد حسن بن صباح نے دعویٰ نبوت کر دیا اور مخلوق خدا کو گمراہ کر کے فتنے میں مبتلا کر دیا۔ بہرحال، ہم واپس چلتے ہیں۔

حسن بن صباح غائب ہو گیا اور اُس کی گرفتاری کے لیے جگہ جگہ چھاپے مارے جانے لگے۔ حسن بن صباح در بدر پھر رہا تھا کہ اسے معلوم ہوا کہ اس کا دوست خواجہ حسن، سلجوقی سلطنت کا وزیر اعظم بن چکا ہے۔ حسن بن صباح نے ابو مسلم رازی سے بچنے کے لیے اپنے دوست سے ملنے کا فیصلہ کیا۔

حسن بن صباح چھپتے چھپاتے نیشاپور جا پہنچا۔ وہاں پر اُس کے دوست نظام الملک طوسی نے اس کا استقبال کیا۔ اسے اپنے پاس ٹھہرایا اور اُس کی آؤ بھگت کی۔

ایک روز دونوں دوست اکیلے بیٹھے ہوئے تھے، حسن بن صباح نے کہنا شروع کیا:

''میرے دوست! مجھے معلوم ہے کہ آپ ایک بہت بڑے شخص ہیں اور آپ کی مصروفیات بہت زیادہ ہیں، مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ اپنی مصروفیت کی وجہ سے بچپن میں کیا گیا وعدہ بھول گئے ہوں۔'' پھر اُس نے نظام الملک طوسی کو دَرس گاہ میں کیا گیا وعدہ یاد دِلایا۔

نظام الملک طوسی نے حسن کو تسلی دی اور یقین دلایا کہ میں اپنا وعدہ ہر صورت میں پورا کروں گا۔ اس کے بعد وہ حسن بن صباح کو اپنے ساتھ سلطان کے دربار میں لے گیا۔ وہاں جاکر نظام الملک طوسی نے اپنے دوست کی بہت زیادہ تعریف کی، جس پر سلطان نے اسے بھی ایک بااختیار عہدہ دے دیا۔

خواجہ حسن عرف نظام الملک طوسی نے اپنے بچپن کا کیا گیا وعدہ پورا کیا۔ حسن بن صباح نے اس عہدے کو قبول تو کرلیا، لیکن وہ چاہتا تھا کہ نظام الملک طوسی کو اُس کے عہدے سے ہٹوا کر خود وزیرِ اعظم کے عہدے پر تعینات ہوجائے، اس لیے اس نے اپنے ہی دوست کے خلاف سازشیں شروع کردیں۔

ایک مرتبہ سلطان حلب گیا، وہاں اس نے ایک پتھر دیکھا، یہ پتھر برتن بنانے کے کام آتا تھا۔ سلطان نے حکم دیا:

''پندرہ سو من پتھر اصفہان پہنچادیا جائے۔''

وہاں کے افسروں نے دو تاجر تلاش کیے جو اصفہان جارہے تھے، یہ دونوں تاجر عرب تھے۔ افسروں نے عرب تاجروں سے کہا: ''یہ پتھر اصفہان لے جائیں۔''

ان میں سے ایک تاجر کے پاس چھے اونٹ تھے، جب کہ دوسرے کے پاس چار اُونٹ تھے۔ ان دونوں نے پتھر اصفہان پہنچا دیے۔ سلطان ان تاجروں سے بہت خوش ہوا اور اُس نے ایک ہزار دِینار نظام الملک طوسی کو دیے اور حکم جاری کیا:

''یہ دینار اُن تاجروں میں تقسیم کردو۔''

نظام الملک طوسی نے چھے اونٹ والے تاجر کو چھے سو دینار اور چار اُونٹ والے کو چار سو دینار دے کر رخصت کردیا۔

اس بات کی خبر جب حسن بن صباح کو ہوئی تو اُس نے مشہور کر دیا:

''نظام الملک طوسی نے تقسیم درست نہیں کی، چھے اونٹ والے کو آٹھ سو اور چار اونٹ والے کو دو سو دینار ملنے چاہیے تھے۔''

آہستہ آہستہ یہ خبر سلطان تک بھی پہنچ گئی۔ اس نے ایک روز دونوں دوستوں کو ایک ساتھ اپنے دربار میں طلب کرلیا اور نظام الملک طوسی سے پوچھا:

''تم دیناروں کی تقسیم کی وضاحت کرو۔''

نظام الملک طوسی نے جواب دیا:

''جس کے پاس چھے اونٹ تھے اسے چھے سو دِینار دیے اور جس کے پاس چار اُونٹ تھے اسے چار سو دِینار دیے۔''

سلطان نے نظام الملک طوسی کی وضاحت سن کر حسن بن صباح سے پوچھا:

''تم بتاؤ کہ یہ تقسیم کس طرح درست نہیں ہے؟''

حسن بن صباح تو اِسی انتظار میں تھا، اس نے ایک عجیب وغریب منطق لگا کر اپنے دوست کی تقسیم غلط ثابت کردی، جب کہ اس کے دوست کی تقسیم ریاضی اور منطق، دونوں کے مطابق درست تھی۔

سلطان خاموش رہا اور نظام الملک طوسی شرمندہ ہوگیا۔

حسن بن صباح نے اپنی کارروائیاں اس کے بعد بھی جاری رکھیں۔ ایک روز اُس نے بادشاہ کے دربار میں بیٹھنے والے لوگوں سے کہا: ''سلطان معظم کو حکمران بنے ہوئے ۲۰ سال ہو چکے ہیں، مگر اُن کے پاس اپنے صوبوں کی آمدنی کی کوئی تفصیل موجود نہیں ہے۔''

سلطان کو بھی اس بات کا علم ہوگیا، اس نے نظام الملک طوسی کو حکم دیا: ''ایک ایسی رپورٹ تیار کرو جس میں تمام صوبوں کے ہر شعبے کی آمدنی اور خرچ تفصیل سے ترتیب وار آجائے۔''

......(جاری ہے)......

ایک دن صبح صبح دو چھوٹی سے گلہریاں کھیل رہی تھیں۔

ایک کا نام تھا گولو، وہ ایک نرم بالوں والی خوب صورت سی گلہری تھی۔ دوسری تھی گوگی، کچھ شرارتی اور معصوم سی۔ گوگی ہمیشہ درختوں پر جھولتی رہتی تھی۔

گولو نے کہا:

’’گوگی بہنا! آج تو دھوپ بھی اچھی ہے۔ مزہ آ رہا ہے نا!؟‘‘

گوگی نے لمبی سانس لی:

’’ہاں، لیکن مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ کاش! آسمان سے کچھ کھانے کو گر جائے۔‘‘

اتنے میں پاس ہی ایک پرانا درخت ہلکا سا جھکا اور درخت سے ایک رسیلا بیر زَمین پر گرا۔

گولو نے خوش ہو کر کہا:

’’واہ! درخت انکل نے ہمیں بیر دیا۔‘‘

شکریہ درخت انکل!

آئمہ بخاری۔ڈیرہ غازی خان

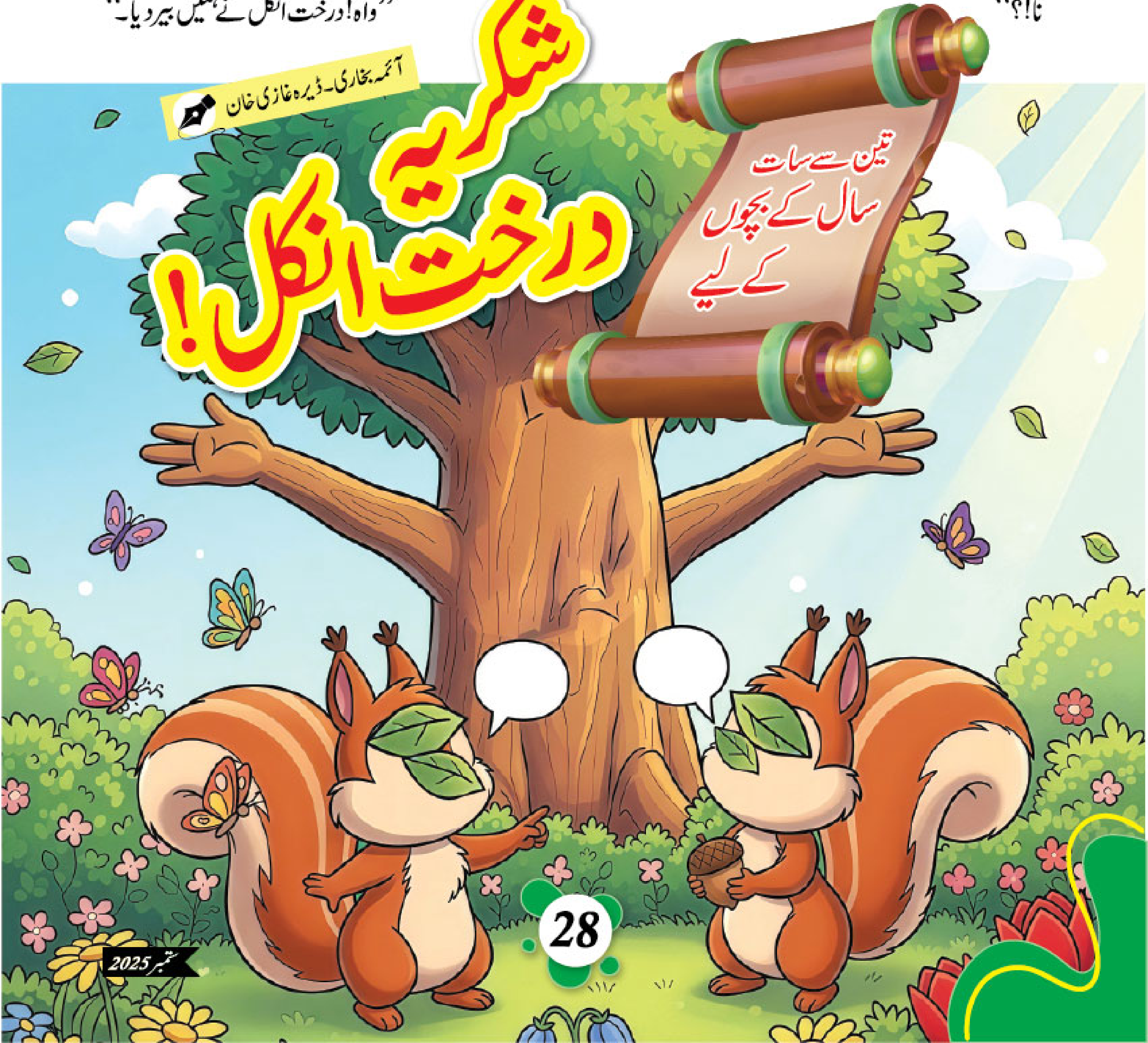

گوگی نے بیر سونگھا،

چکھا اور کہا:

''بہت مزے دار ہے۔ شکریہ درخت انکل!''

گولو نے کہا:

''ہاں، شکریہ ادا کرنا بہت اچھی بات ہے۔ میں نے ایک حدیث سنی ہے۔''

''حدیث؟ وہ کیا ہوتی ہے؟''

گوگی نے آنکھیں گول کر لیں۔

گولو نے معصوم انداز میں کہا:

''حدیث کا مطلب ہے: پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پیاری باتیں بتائی ہیں۔ مجھے وہ حدیث یاد ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ

اس حدیث کا مطلب ہے:

''جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا، وہ اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ادا نہیں کرتا۔''

گوگی نے حدیث سن کر سوچا اور پھر کہا:

''تو میں نے جب درخت انکل کا شکریہ ادا کیا تو اللہ جی خوش ہو گئے؟''

گولو نے خوش ہو کر اُچھلتے ہوئے کہا:

گوگی نے پوچھا:

''تو جب ہوا ہمیں جھولا دیتی ہے، تو ہمیں ہوا کا بھی شکریہ کہنا چاہیے؟''

''ہاں، اور بادلوں کو، سورج کو، بارش کو...... اور آپ کو بھی، گوگی بہنا! آپ میری دوست ہو نا!؟''

گوگی نے ہنس کر کہا:

''شکریہ گولو! اب تو میں سب کا شکریہ ادا کروں گی اور اللہ جی کا بھی۔''

اس دن سے دونوں نے سب کا شکریہ ادا کرنا شروع کر دیا۔

پیارے بچو!

ہم بھی آج سے پکا ارادہ کریں کہ سب کا شکریہ ادا کریں گے۔ سب سے پہلے اپنے پیارے اللہ تعالیٰ کا، پھر سب کا۔ خاص طور پر اپنے امی، ابو اور اپنے استادوں کا۔

آؤ رنگ بھریں

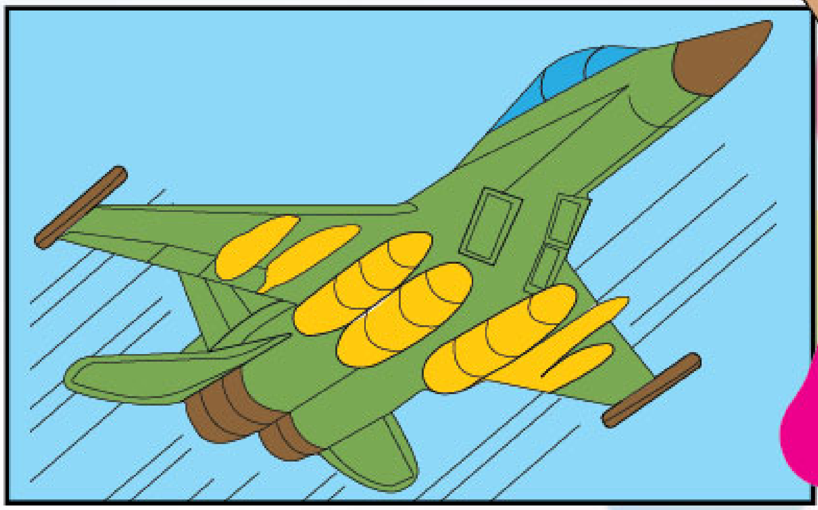

پیارے بچو! رنگ بھر کر اپنے
والدین کو بھی دکھایئے۔

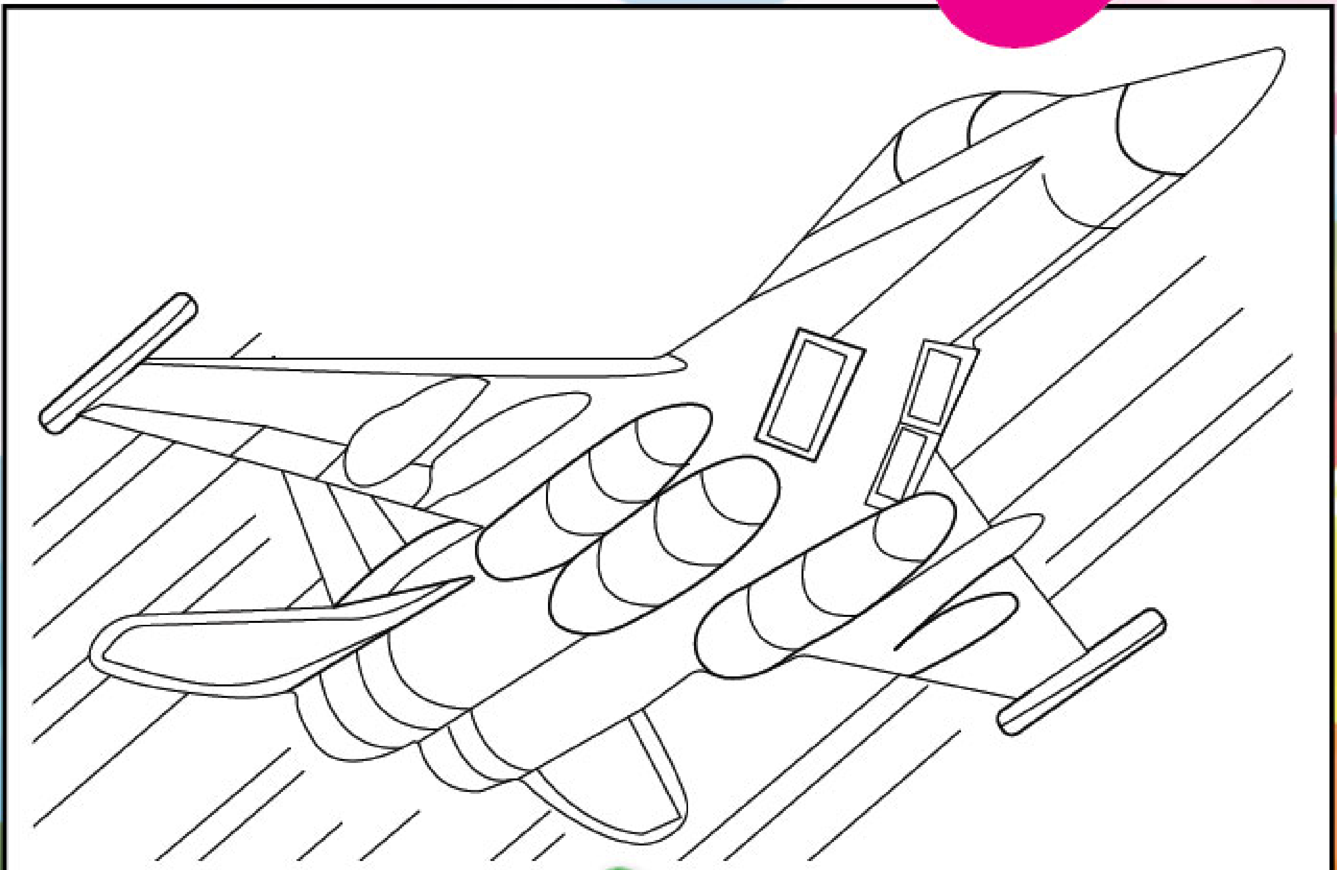

اسد اشفاق۔ کراچی

اضافی چابی

عزیز قارئین!

اس تصویر میں 9 تالے اور 10 چابیاں ہیں، یعنی ایک چابی زائد ہے۔
ذرا غور سے دیکھیے، دماغ لڑایئے اور پتا لگایئے کہ وہ اضافی چابی کون سی ہے؟
پیارے بچو! کیا آپ یہ حل کر سکتے ہیں؟
اگر کر سکتے ہیں تو ضرور کیجیے اور اس کا صحیح جواب صاف کاغذ پر لکھ کر ہمیں بھیج دیجیے۔ کوپن کے ساتھ بھیجنا نہ بھولیے گا۔ کوپن بھر کر آپ جواب اور کوپن واٹس ایپ بھی کر سکتے ہیں، لیکن کوپن قلم سے بھریے گا، پنسل سے نہیں۔

کوپن بھیجنے کی آخری تاریخ 30 ستمبر 2025ء ہے۔

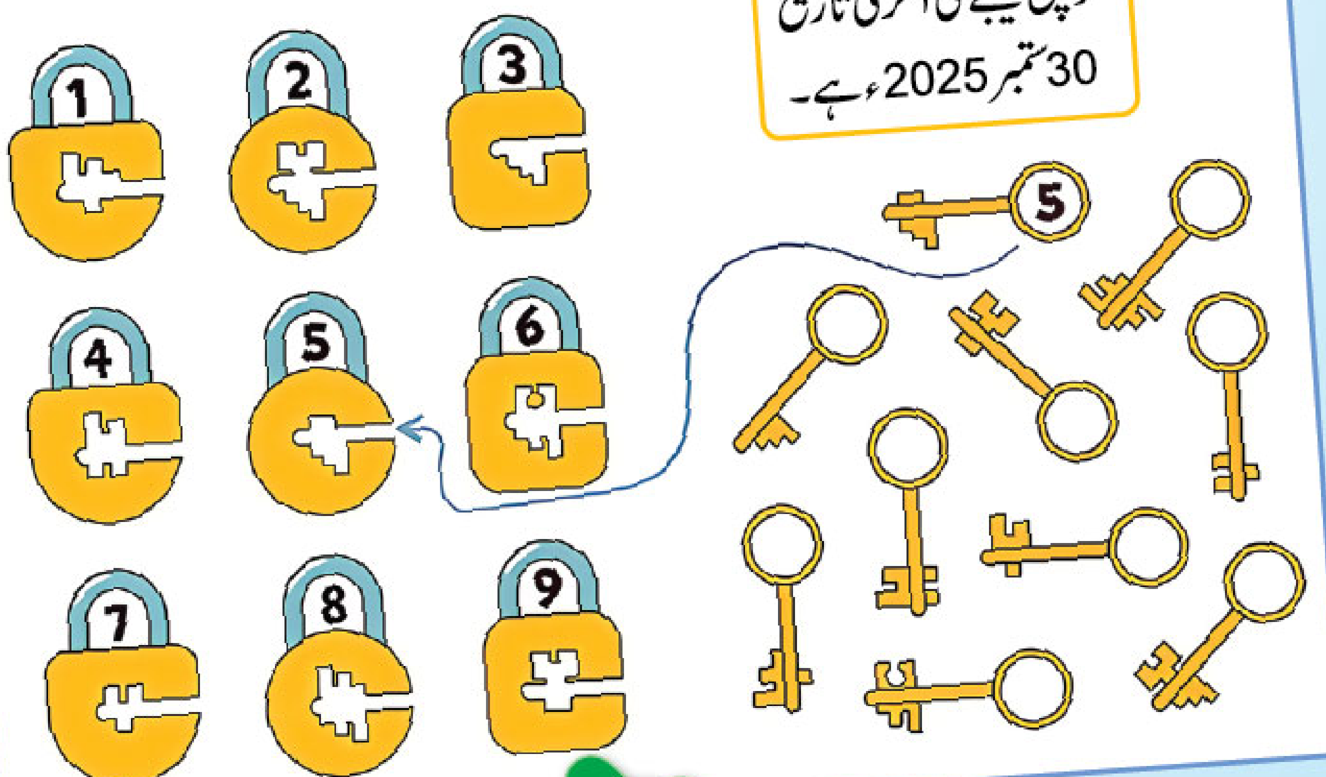

سعد علی چھیپا۔ کراچی

چھینکنے کے آداب

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسم کے مختلف قسم کے اعمال رکھے ہیں۔ ہر ایک عمل میں انسان کا فائدہ ہے۔ انھی اعمال میں ایک عمل چھینک کا ہے۔ چھینک کے آنے سے انسان کے پورے جسم میں ایک نشاط پیدا ہو جاتا ہے اور اِنسان ایک قسم کی تر و تازگی محسوس کرتا ہے۔ اس موقع پر بھی شریعت نے ہمیں چند آداب سکھائے ہیں، تاکہ اس موقع کی شکر گزاری ہو سکے۔

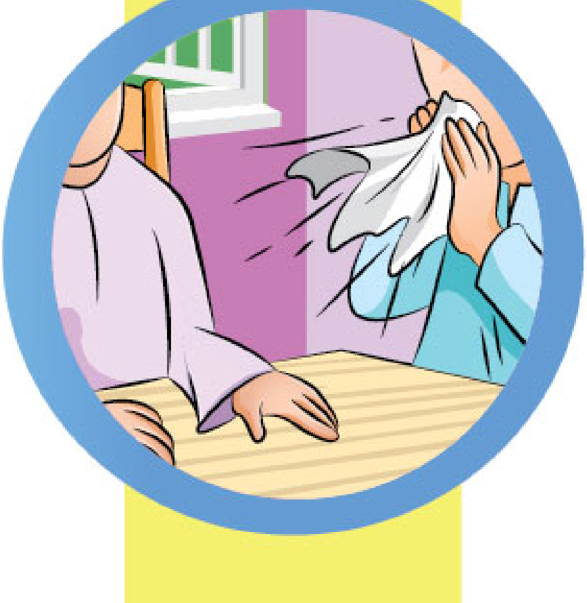

پیارے بچو! چھینک کیوں کہ چستی اور تر و تازگی کا سبب ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کو چھینک پسند ہے۔ چھینکنے کے چند آداب یہ ہیں:

۱ جب چھینک آئے تو چھینک کے بعد ’’اَلْحَمْدُ لِلّٰہ‘‘ کہنا چاہیے۔

۲ چھینک کے وقت رومال یا ہاتھ سے منہ ڈھانک لینا چاہیے، تاکہ آواز بھی ہلکی اور پست ہو جائے اور منہ سے بلغم کے نکلنے والے ذرات کسی دوسرے پر نہ گریں۔

۳ جب کسی شخص کو چھینک کے بعد ’’اَلْحَمْدُ لِلّٰہ‘‘ کہتے ہوئے سنیں تو جواب میں ’’یَرْحَمُكَ اللّٰہُ‘‘ کہنا چاہیے۔ یہ مسلمان کا حق ہے۔

۴ اگر کوئی چھینک کے بعد ’’اَلْحَمْدُ لِلّٰہ‘‘ کہنا بھول جائے تو اچھی بات یہ ہے کہ اسے نرمی سے یاد دِلائیں کہ ’’اَلْحَمْدُ لِلّٰہ‘‘ کہہ لیں۔

۵ اگر کوئی تین مرتبہ چھینکے تو تین مرتبہ جواب دینا چاہیے۔ اس کے بعد جواب دینا ضروری نہیں۔

۶ اگر کئی لوگ بیٹھے ہوں اور کوئی چھینک کر ’’اَلْحَمْدُ لِلّٰہ‘‘ کہے تو کسی ایک کا جواب دینا سب کی طرف سے کافی ہے۔

۷ جب چھینکنے والے کو ’’یَرْحَمُكَ اللّٰہُ‘‘ کہہ کر جواب دیا جائے تو اُسے چاہیے کہ وہ ان الفاظ میں جواب دے: ’’یَهْدِیْكُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَكُمْ‘‘۔

الطاف حسین۔ راول پنڈی

جنگ ستمبر 1965ء کی چند جھلکیاں

جنگِ ستمبر 1965ء شروع ہو چکی تھی اور ملک بھر میں ہنگامی حالات کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ پوری پاکستانی قوم یک دم بیدار ہو گئی تھی۔ اختلافات بُھلا دیے گئے تھے، نفرتیں مِٹ گئی تھیں۔ ہر طرف محبتیں ہی محبتیں دکھائی دے رہی تھیں۔ سب کی رگوں میں گردش کرنے والے لہو کا رنگ ایک ہو چکا تھا۔ فلاحی مراکز پر ہدایا کے انبار لگے ہوئے تھے۔ جس کے پاس جو کچھ تھا وہ اپنے جاں بازوں کے لیے اٹھا لایا تھا۔ ہلال احمر کے مرکزی دفتر اور لاہور کے ہسپتالوں میں اپنے زخمی فوجی بھائیوں کے لیے خون کا عطیہ دینے والوں کی لمبی لمبی قطاریں لگی ہوئی تھیں۔ ان میں بوڑھے، جوان اور بچے، سبھی شامل تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ہر شخص اپنے جسم کا سارا خون نچوڑ کر اپنے زخمی جاں بازوں کی رگوں میں اتار دینے کو بے تاب ہے۔ پاکستان کا دِل لاہور ''اللہ اکبر''، ''پاکستان زندہ باد!''، ''زندہ رہے گا پاکستان! زندہ رہے گا پاکستان!'' کے ولولہ انگیز نعروں سے گونج رہا تھا۔

حق اپنی بھرپور شدت کے ساتھ باطل سے ٹکرا گیا تھا۔ یہ صرف ہم نہیں کہتے، دنیا نے اس وقت بھی کہا تھا اور آج بھی کہتی ہے۔ گھروں میں قوم کی مائیں، بہنیں اور بیٹیاں رو رو کر گڑگڑاتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اپنے محافظوں کی سلامتی اور فتح کی دُعائیں مانگ رہی تھیں، جو ''بی آر بی'' نہر کے کنارے اپنے سے کئی گنا طاقت وَر دُشمن کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بنے کھڑے تھے۔ لاہور سیکٹر کے دفاعی محافظ میجر جنرل سرفراز خان نے ''آرڈر آف دی ڈے'' دے دیا تھا: ''پاکستانیو! آخری سپاہی، آخر سانس اور آخری گولی تک لڑو۔ سنگینوں سے، خالی ہاتھوں سے، ناخنوں سے لڑو، لیکن اپنے وطن کی ایک انچ زمین بھی دُشمن کے قبضے میں نہ جانے دینا۔''

وقت اور آرام کا احساس مِٹ چکا تھا۔ سب دیوانوں کی طرح اپنے ملک اور قوم کے لیے کام کر رہے تھے اور اپنے ملک و قوم کی بقا کی جنگ لڑ رہے تھے۔ وہ جذبہ جاگ اُٹھا تھا جسے تاریخ نے ''جذبہ ستمبر'' کا انوکھا نام دیا ہے۔ اسی جذبے کو دیکھنے کے بعد دُنیا کی آنکھیں پلک جھپکانے کا ہنر بھول گئی تھیں۔ آیئے، ان یادگار سترہ دنوں کے چند ولولہ انگیز مناظر کو دکھاتے ہیں۔

پہلا منظر

لاہور کے ایک ہسپتال کے باہر خون کا عطیہ دینے والے بہت سے لوگ قطار بنائے کھڑے تھے۔ ان میں ایک نوعمر اور کمزور سا لڑکا فیصل بھی تھا۔ دو ہسپتالوں میں ڈاکٹروں نے یہ کہہ کر اُس کا خون لینے سے انکار کر دیا تھا کہ اس کی عمر بھی کم ہے اور وزن بھی کم ہے۔ اب وہ تیسرے ہسپتال میں قسمت آزمانے آ کھڑا ہوا تھا۔ جب اس کی باری آئی

تو ڈاکٹر نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا، پھر اُسے وزن کرنے والی مشین پر کھڑا ہونے کا اشارہ کیا۔ فیصل جلدی سے وزن کرنے والی مشین پر کھڑا ہو گیا۔

''بیٹا! تمھاری عمر کیا ہے؟'' ڈاکٹر نے فیصل سے پوچھا۔

''پندرہ سال!'' فیصل نے خوش ہوتے ہوئے جواب دیا۔ ''بیٹا! ہم تمھارا خون نہیں لے سکتے۔'' ڈاکٹر نے فیصل کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''مگر کیوں؟'' فیصل سراپا احتجاج بن گیا۔

''اس لیے کہ تمھاری عمر اور وزن، دونوں کم ہیں۔'' ڈاکٹر نے جواب دیا۔

''اچھا!'' فیصل نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا ہسپتال سے باہر نکلا آیا۔ وہ اس وقت بظاہر تو بہت مایوس نظر آ رہا تھا، لیکن اس کے ذہن نے ایک ترکیب سوچ لی تھی اور اُس نے اس پر عمل کرنے کا فیصلہ بھی کر لیا تھا۔

چند دِن بعد فیصل پھر اُسی ڈاکٹر کے سامنے کھڑا تھا۔

''ڈاکٹر صاحب! دیکھیے اب میں بڑا ہو گیا ہوں!'' فیصل نے انکشاف کیا۔

''کیا واقعی؟'' ڈاکٹر اُس کے اونچی ایڑی والے جوتوں کو دیکھتے ہوئے مسکرایا۔ ''لیکن تمھارا وزن؟''

''وزن بھی ان شاء اللہ پورا ہی نکلے گا۔ کیا میں وزن کرنے والی مشین پر کھڑا ہو جاؤں؟'' فیصل نے بھی جواباً مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''ابھی دیکھ لیتے ہیں۔'' ڈاکٹر نے فیصل کو وزن کرنے والی مشین پر کھڑا کیا۔

فیصل کا وزن کیا گیا تو پورا تو نہیں تھا، لیکن تھوڑا سا کم تھا۔ ڈاکٹر دِل ہی دِل میں حیران ہو رہا تھا کہ اس بچے کا وزن چند دِنوں میں بڑھ کیسے گیا!

''ٹھیک ہے، تم بستر پر لیٹ جاؤ۔'' ڈاکٹر بولا۔ ''ہم تمھارا خون لے لیتے ہیں۔''

فیصل جلدی سے بستر پر لیٹ گیا۔

کچھ دیر بعد فیصل معنی خیز انداز میں مسکراتا ہوا ہسپتال کے مرکزی دروازے سے باہر نکل رہا تھا۔ کچھ دُور جانے کے بعد اُس نے رُک کر چاروں طرف دیکھا اور جب اسے اطمینان ہو گیا کہ کوئی

آدمی اس کی طرف متوجہ نہیں ہے تو اُس نے اپنی قمیص اور شلوار کی جیب سے سفید کاغذ میں لپٹے پتھر نکالے اور غیر محسوس طریقے سے سڑک کے کنارے کھڑے درخت کی طرف اُچھال دیے۔ آج وہ بہت خوش تھا، آج اس کی وہ خواہش پوری ہوگئی تھی جس نے جنگ کے پہلے دِن اس کے دماغ میں سر اُٹھایا تھا۔

دوسرا منظر

جنگ کی ایک صبح ایک خستہ حال بوڑھا لاہور کے ایک فلاحی مرکز میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں چار پیکٹ بسکٹ، دو پیکٹ نمکو، دو ٹکیاں دیسی صابن، ایک تولیہ اور ایک چھوٹی سی تیل کی بوتل تھی۔ وہ فلاحی مرکز کے منتظم کے کمرے میں داخل ہوا اور سب چیزیں میز پر رکھتے ہوئے بولا: ’’صاحب! میں ایک غریب آدمی ہوں۔ میرے پاس اپنے فوجی بیٹوں کو دینے کے لیے اس کے سوا کچھ بھی نہیں!‘‘ یہ کہہ کر وہ بوڑھا زاروقطار رونے لگا۔ اسے روتا دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ اپنے فوجی بیٹوں کے لیے بہت کچھ لانا چاہتا تھا، لیکن غربت اس کی خواہش کی راہ میں دیوار بن گئی تھی۔

فلاحی مرکز کا منتظم ’’بوڑھے پاکستانی‘‘ کے بے مثال جذبے سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے بھیگتی آنکھوں سے بوڑھے کی طرف دیکھا اور جذبات سے دیوانہ ہو کر دایاں پاؤں زمین پر مارتے ہوئے چلّا کر بولا: ’’اب ہمیں دُشمن کسی صورت شکست نہیں دے سکتا!‘‘

تیسرا منظر

وہ پاک فوج کا ایک شیر دِل سپاہی تھا، جسے شدید زخمی حالت میں محاذِ جنگ سے ’’ملٹری ہسپتال‘‘ لایا گیا تھا۔ گولی اس کی ناف کے قریب سے پار ہوگئی تھی، لیکن وہ اس حالت میں بھی ابھی تک ہوش میں تھا۔

’’اسے فوراً آپریشن تھیٹر میں لے چلو۔‘‘ ڈاکٹر نے اپنے عملے کو حکم دیا۔

اس سے پہلے کہ عملہ اس زخمی سپاہی کو اُٹھا کر اِسٹریچر پر لٹاتا اچانک ’’فیلڈ ایمبولینس‘‘ کا عملہ ایک اور سپاہی کو اِسٹریچر پر اُٹھائے ہسپتال کے مرکزی دروازے سے اندر داخل ہوا۔ یہ سپاہی بھی شدید زخمی تھا اور کافی مقدار میں خون بہہ جانے کی وجہ سے بے ہوش ہو چکا تھا۔

پہلے لائے جانے والے زخمی سپاہی نے نئے زخمی سپاہی کو بغور دیکھا اور ڈاکٹر سے بولا:

’’ڈاکٹر صاحب! مجھ جیسے بہت مل جائیں گے۔ آپ مجھ سے

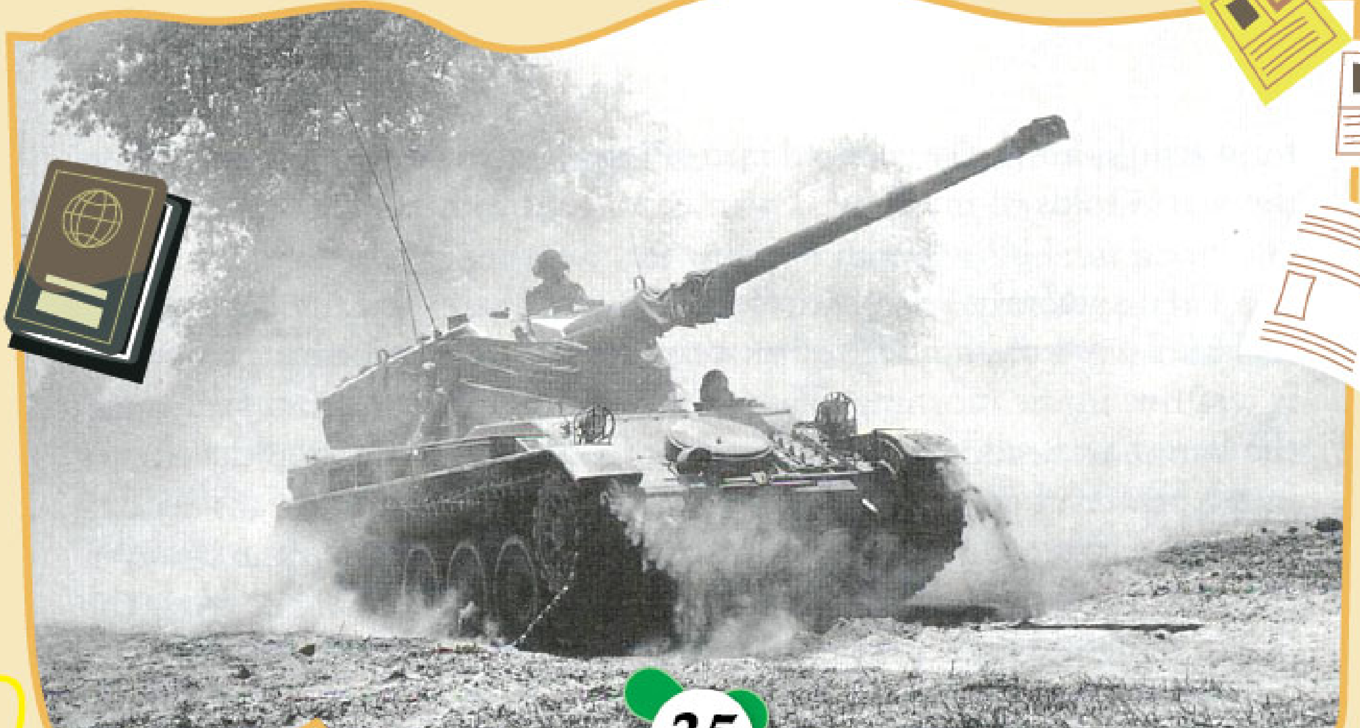

پہلے میرے اس فوجی بھائی کو آپریشن تھیٹر میں لے جائیں، اس وقت اسے مجھ سے زیادہ توجہ اور علاج کی ضرورت ہے۔ ایسے مائی کے لال روز روز پیدا نہیں ہوتے ڈاکٹر صاحب!'' کہتے کہتے وہ ایک لمحے کے لیے رُکا اور پھر بولا:

''ڈاکٹر صاحب! تھری ناٹ تھری (303) رائفل سے چوبیس راؤنڈ چلاؤ تو کندھا جواب دے جاتا ہے، لیکن اس جوان نے بغیر وقفے کے آٹھ سو راؤنڈ چلائے۔ میں خود اِسے راؤنڈ کی پٹیاں اُٹھا کر دیتا رہا اور جب راؤنڈ ختم ہوگئے تو یہ میری طرف دیکھ کر جوش کی شدت سے چلّا رہا تھا: ''یعقوب خان! ایمونیشن، اور ایمونیشن لاؤ۔ میں کہتا ہوں جلدی جاؤ اور مزید اِیمونیشن لاؤ۔'' اور پھر اسی دوران میں ہم دونوں دشمن کی طرف سے کی جانے والی شدید گولہ باری کی زد میں آکر زخمی ہوگئے۔ ڈاکٹر صاحب! خدا کے لیے آپ اسے بچانے کی کوشش کریں۔ میری پروا نہ کریں، میں ٹھیک ہوں۔''

ڈاکٹر اُسے یوں غور سے دیکھ رہا تھا جیسے نظروں ہی نظروں میں اس کے چہرے پر لکھے دِل کے احساسات پڑھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ اچانک وہ نئے آنے والے سپاہی کی طرف متوجہ ہوا۔ گولے کا ایک ٹکڑا اُس کے دائیں شانے پر لگا تھا، جب کہ دوسرے ٹکڑے نے دائیں طرف کی پسلیوں کو توڑ ڈالا تھا۔

''ٹھیک ہے جوان! جیسے تمھاری مرضی۔'' ڈاکٹر تعریف بھری نظروں سے سپاہی کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ ''پہلے ہم اسے آپریشن تھیٹر میں لے جاتے ہیں۔''

''آپ کا بہت بہت شکریہ ڈاکٹر صاحب!'' زخمی سپاہی کے خشک ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ اُبھر آئی۔

ڈاکٹر کی اَن تھک کوشش سے دوسرے زخمی سپاہی کو اللہ تعالیٰ نے نئی زندگی بخش دی۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد جب ڈاکٹر، آپریشن تھیٹر سے نکل کر پہلے زخمی سپاہی کے پاس پہنچا تو وہ ایثار و وفا کا پیکر شہید ہو چکا تھا اور تاریخ ایک بار پھر خود کو دُہرا گئی تھی۔

چوتھا منظر

جیسور کے علاقے میں قائم پاک فوج کے مورچے تک وہ بُوڑھی خاتون ہانپتی کانپتی پہنچی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ایک پوٹلی تھی، جسے اس نے مضبوطی سے دونوں ہاتھوں میں تھام رکھا تھا۔

''یہ لو بیٹے! اس میں تمھارے لیے کھانا ہے۔'' بوڑھی خاتون نے پوٹلی مورچے پر تعینات سپاہیوں میں سے ایک سپاہی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''میرا گھر والا کہتا ہے جب تک میرے بچے بھوکے رہیں گے میں کھانے کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ جاؤ، پہلے انھیں کھانا کھلا کر آؤ، پھر میں کھانا کھاؤں گا۔ میں پانچ میل کا سفر کر کے تمھارے پاس پہنچی ہوں!''

''اماں جی!'' سپاہی نے پوٹلی تھامتے ہوئے کچھ کہنا چاہا، لیکن آنکھوں میں آئے آنسوؤں نے اسے کچھ کہنے نہ دیا۔ دوسرے سپاہیوں کی بھی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ بُوڑھی خاتون کے خلوص نے انھیں بے حد متاثر کیا تھا، جو اُن کی خاطر اس بڑھاپے میں پانچ میل کا سفر طے کر کے اُن کے مورچے تک پہنچی تھی۔

''میرے بچو! اپنی جگہ ڈٹے رہنا!'' بوڑھی خاتون پُرجوش انداز میں بولی: ''دشمن کو بتا دو کہ اس نے کس قوم کو للکارا ہے! پوری قوم کی دُعائیں تمھارے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمھیں ضرور فتح عطا فرمائے گا۔ میرے بچو! تم اپنی ہمت جواں رکھنا اور اپنی جگہ کسی حال میں بھی نہ چھوڑنا، پھر یہ میدان تمھارا ہے!''

''نعرۂ ۂ ۂ ۂ تکبیر!'' ایک سپاہی نے ہوا میں مُکّا لہراتے ہوئے اپنے پھیپھڑوں کا پورا زور جمع کر کے نعرہ لگایا۔

''اللہ اکبر!'' دوسرے سپاہیوں نے بھرپور جواب دیا۔

پانچواں منظر

لاہور کا محاذ اپنے زوروں پر تھا۔ دشمن آگے بڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پاکستانی جاں باز شہید ہو رہے تھے، زخم سہہ رہے تھے،

لیکن کسی قیمت پر بھی اپنے فرض سے دست بردار ہونے کو تیار نہ تھے۔ وہ دُشمن کی راہ میں سیسہ پلائی ہوئی ایک ایسی دیوار بن گئے تھے جسے پار کرنا دُشمن کے لیے بہت مشکل تھا۔ ایسے میں فوج کے پیغام رسانی کے شعبے کو ایک انتہائی اہم پیغام ملا، جسے پچھلے مورچوں تک پہنچانا نہایت ضروری تھا۔ اس پیغام کی بروقت ترسیل سے جنگ کا پانسا پلٹ سکتا تھا۔ اگلے مورچوں میں سے ایک مورچے میں تعینات حوال دار محمد انور پیغام لے کر جیسے ہی جیپ میں سوار ہوا عین اسی لمحہ بھارتی توپ خانے کا ایک گولہ جیپ کے سامنے گر کر زوردار دھماکے سے پھٹا، جس کی زد میں آکر جیپ کا ''ریڈی ایٹر'' تباہ ہوگیا۔ حوال دار محمد انور جیپ سے نیچے اُتر آیا۔ دونوں طرف سے گولہ باری کا سلسلہ جاری تھا، مشین گنوں کے فائر میں بھی تیزی آگئی تھی، لیکن وہ موت کی پروا کیے بغیر انتہائی تیزی سے دوڑتا ہوا اپنے مورچے میں آیا اور نیا ''ریڈی ایٹر'' اُٹھا کر آگ کی اس برسات سے بچتا بچاتا اپنی جیپ تک پہنچ گیا اور نہایت تن دہی سے اپنے کام میں مصروف ہوگیا۔ سفاک گولے اس کے دائیں بائیں گر کر پھٹ رہے تھے، مشین گنوں کی موت میں لپٹی گولیاں چیختی چلّاتی اس کے سر کے اُوپر سے گزر رہی تھی، لیکن حوال دار محمد انور ہر خطرے سے بے نیاز اپنے کام میں مصروف تھا۔ فرض کی لگن اس کے اعصاب پر سوار تھی۔ اس کے دِل میں اس وقت صرف ایک ہی خواہش تھی کہ کسی طرح جیپ ٹھیک ہوجائے اور پیغام منزل تک پہنچ جائے۔

اچانک بھارتی توپ خانے کی طرف سے فائر کیا گیا۔ ایک گولہ اس کے قریب آکر پھٹا، جس کے ٹکڑوں نے اس کی ایک ٹانگ کو شدید زخمی کردیا۔ اس نے تکلیف کی شدت سے ہونٹوں کو مضبوطی سے بھینچ لیا۔ وہ ہر قیمت پر اِس درد کو شکست دینا چاہتا تھا جو اُس کے فرض کی راہ میں رکاوٹ بن رہا تھا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ دُشمن کی نظر میں آگیا ہے اس نے اپنا کام بند نہیں کیا۔ وہ ایک ٹانگ پر کھڑا ہو کر نئے ''ریڈی ایٹر'' کو نصب کرنے میں مصروف رہا۔ یکا یک بھارتی مشین گنوں کا رُخ بدلا اور اِس کے ساتھ ہی دُشمن نے ایک ''برسٹ فائر'' کیا۔ ''برسٹ فائر'' کے نتیجے میں نکلنے والی بہت سی گولیوں میں سے ایک گولی حوال دار محمد انور کی دوسری ٹانگ میں آلگی۔

''اُف ف ف ف!'' اس کے منہ سے درد کی سسکاری نکلی۔ اس نے دونوں ہونٹوں کو سختی سے بھینچ لیا۔ اس قدر سنگین اور اذیت ناک حالات میں شیر دِل حوال دار محمد انور کے ہاتھ نہ رُکے۔ اس کے متاثرہ حصوں سے خون بہتا رہا، خاکی وردی سُرخ ہوتی رہی، لیکن اس نے اپنا کام جاری رکھا۔ بالآخر اُس کی ان تھک اور صبر آزما محنت رنگ لائی اور جیپ میں نیا ''ریڈی ایٹر'' نصب ہوگیا۔

اس کے بعد حوال دار محمد انور رینگتا ہوا ڈرائیونگ سیٹ تک پہنچا۔ جیپ اسٹارٹ کی اور اُسے ناقابل یقین انداز میں چلاتا ہوا آگ اور گرد و غبار کے طوفان سے گزر کر منزل تک جا پہنچا۔ دیکھنے والوں کے لیے یہ واقعہ ایک کرشمے سے کم نہیں تھا اور کرشمہ تو وہی ہوتا ہے جسے عقل کی کسوٹی پر پرکھا نہ جاسکے۔ صرف ذات وحدہٗ لاشریک پر کامل یقین ہی ایسی اَن ہونی کو تسلیم کرنے میں مدد دیتا ہے۔

حکومت پاکستان نے جنگ ختم ہونے کے بعد حوال دار محمد انور کو اُس کے قابل فخر اور باعث رشک کارنامے کے اعتراف میں ''تمغہ جرأت'' عطا کیا، لیکن ایک اور تمغہ اسے ملنا ابھی باقی ہے، جو ایمان داری اور فرض شناسی کے صلے میں اسے آخرت میں دیا جائے گا۔

چھٹا منظر

''جیرے! کیا خیال ہے کام پر چلیں؟'' لمبی مونچھوں والا، اپنے پستہ قد ساتھی سے مخاطب تھا۔

''کالو یار! آج موڈ نہیں ہے۔'' پستہ قد والے نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا۔

''ارے چھوڑو موڈ وڈ کو۔ جب مال نظر آئے گا تو موڈ خود بخود بن جائے گا۔'' کالو مسکراتے ہوئے بولا۔

''نہیں یار! ان حالات میں میرا دِل نہیں مانتا۔'' جیرے نے بے زاری سے کہا۔

''حالات...... او ظالم! اس سے اچھے حالات اور کون سے ہوں گے۔ جنگ کی وجہ سے سب افراتفری کا شکار ہیں، ایسا موقع

بار بار نہیں آیا کرتا۔'' کالو مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے بولا۔''قسم سے، بڑا مال ہاتھ آئے گا۔ آج تو دِل چاہتا ہے کہ ٹرک ساتھ لے چلیں۔''

''حالات دیکھتا ہوں تو شرم محسوس ہوتی ہے۔'' جیرے کے لہجے میں شرمندگی کی جھلک تھی۔

''ہاہاہا......!'' کالو فلک شگاف قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔''بھلا شرم اور چور کا آپس میں کیا رشتہ! حالات خواہ کیسے بھی ہوں، چور نے تو بس ''کام'' دِکھانا ہے۔ ارے عقل کے دُشمن! چوری نہیں کرو گے تو کھاؤ گے کہاں سے؟''

''یار! یہ ''کام'' دِکھانے کا موقع نہیں ہے۔'' جیرے نے نفی میں سر ہلایا۔

''موقع نہیں ہے، یہ بھی تم نے اچھی کہی۔ اوبے وقوفا! یہی بہترین موقع ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ موقع مل رہا ہو تو چھوڑنا حماقت اور اگر موقع نہ ملے تو کوشش کرنا حماقت اور ہمیں تو ٹھیک ٹھاک موقع مل رہا ہے اور تم ہو کہ خواہ مخواہ احمق بننے پر تُلے ہوئے ہو۔'' کالو نے جیرے کو سمجھانے کی کوشش کی۔

''آج تم کتنی ہی کوشش کر لو مجھے قائل نہیں کر سکتے، کیوں کہ میں نے بہت سوچ سمجھ کر ایک فیصلہ کر لیا ہے۔'' جیرے نے سوچ میں گم لہجے میں کہا۔

''یہ اکیلے اکیلے تم نے کیا فیصلہ کر لیا ہے؟'' کالو، جیرے کو حیرت بھرے انداز میں دیکھتے ہوئے بولا۔

''بتادوں گا، ذرا صبر تو کرو میرے یار! تمھیں تہ خانے میں رکھا سارا مال اُٹھا کر اُوپر لانا ہے، میں اتنی دیر میں ایک کام کر کے آتا ہوں۔'' جیرے نے کہا اور کالو کو حیران پریشان چھوڑ کر گھر سے باہر نکل گیا۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد باہر ہارن کی آواز سنائی دی۔ کالو نے دروازے سے جھانک کر دیکھا تو جیرا، ٹرک سے اُتر رہا تھا۔

''جیرے! تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟ کچھ مجھے بھی تو بتاؤ نا یار!'' کالو، جیرے کو اِستفساریہ انداز میں گھورتے ہوئے بولا۔

''آؤ، پہلے مال کو ٹرک پر لوڈ کریں۔ اس کے بعد بتادوں گا کہ میں نے کیا فیصلہ کیا ہے۔ جہاں اتنا صبر کیا ہے وہاں تھوڑا سا صبر اور کر لو۔'' جیرے نے ایک سوٹ کیس اُٹھا کر کندھے پر رکھا اور گھر سے باہر آ گیا۔ کالو بھی ایک صندوق سر پر اُٹھائے اس کے پیچھے چلا آ رہا تھا۔

''کیا کسی نے ہمارے اڈّے کی مخبری کر دی ہے اور تُو اڈہ تبدیل کر رہا ہے؟'' کالو ابھی تک تجسس کا شکار تھا۔

''ہاں فی الحال تم یہی سمجھ لو۔'' جیرے نے اس کے سوالوں سے جان چھڑاتے ہوئے کہا، لیکن کالو آسانی سے مطمئن ہونے والا نہ تھا۔

''یار جیرے! تُو کھل کر ساری بات مجھے بتا کیوں نہیں دیتا؟ کیوں مجھے پریشان کر رہا ہے۔'' جب تمام سامان ٹرک میں رکھ دیا گیا تو کالو ہاتھ جھاڑتے ہوئے بولا۔

''کالو! تم زیادہ پریشان نہ ہوا کرو، نہ زیادہ سوچا کرو، دماغ پلپلا ہو جائے گا اور سنا ہے کہ دماغ کا علاج بہت لمبا اور مہنگا ہوتا ہے۔ آؤ، ٹرک میں بیٹھو، ہمیں پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے۔'' جیرے نے ٹرک میں بیٹھتے ہوئے کہا اور کالو نے ہونقوں کی طرح جیرے کی طرف دیکھا اور پھر اُس کے برابر بیٹھ گیا۔

''چلو اُستاد!'' جیرے نے کہا۔ ڈرائیور نے ٹرک اسٹارٹ کیا اور ایک جھٹکے سے آگے بڑھا دیا۔

''اب تو بتا دے اللہ کے بندے! اور کتنا امتحان لے گا میرا کہ ہم کہاں جا رہے ہیں؟'' کالو نے اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے دباتے ہوئے کہا۔

''فلاحی مرکز!'' جیرے نے مسکراتے ہوئے مختصر سا جواب دیا اور ٹرک ڈرائیور کو رفتار تیز کرنے کا اشارہ کیا۔

رات کو لوگوں نے ایک حیرت انگیز منظر دیکھا کہ کالو اور جیرا اپنے گھر کی چھت پر ہاتھوں میں رائفلیں تھامے اپنے محلے داروں کی پہرے داری کر رہے تھے۔ دو بھٹکے ہوئے انسان اپنے اصل رُوپ اور اصل راستے پر واپس آ گئے تھے۔

بچو! کیا آپ کو پہیلیاں بوجھنے کا شوق ہے؟ اور کیا آپ کو تصویری کہانیاں پسند ہیں؟ تو بس، اب تیار ہو جائیے! اس کھیل میں آپ کو تصویر کو دیکھ کر ضرب المثل کو پہچاننا ہے۔

یاد رکھیے، یہ کام اتنا آسان بھی نہیں ہوگا، آپ کو خوب دماغ لگانا ہوگا اور سوچنا ہوگا کہ اس تصویر میں چھپی ضرب المثل کیا ہے؟ دیکھتے ہیں کہ کون تصویری ضرب المثل بوجھ سکتا ہے!

اس دل چسپ کھیل کو حل کیجیے اور ہمیں جواب بھیج دیجیے۔ بذریعہ قرعہ اندازی تین قارئین کو اِنعام دیا جائے گا۔ کوپن بھیجنے کی آخری تاریخ 30 ستمبر 2025 ہے۔

۴ رنگین راز

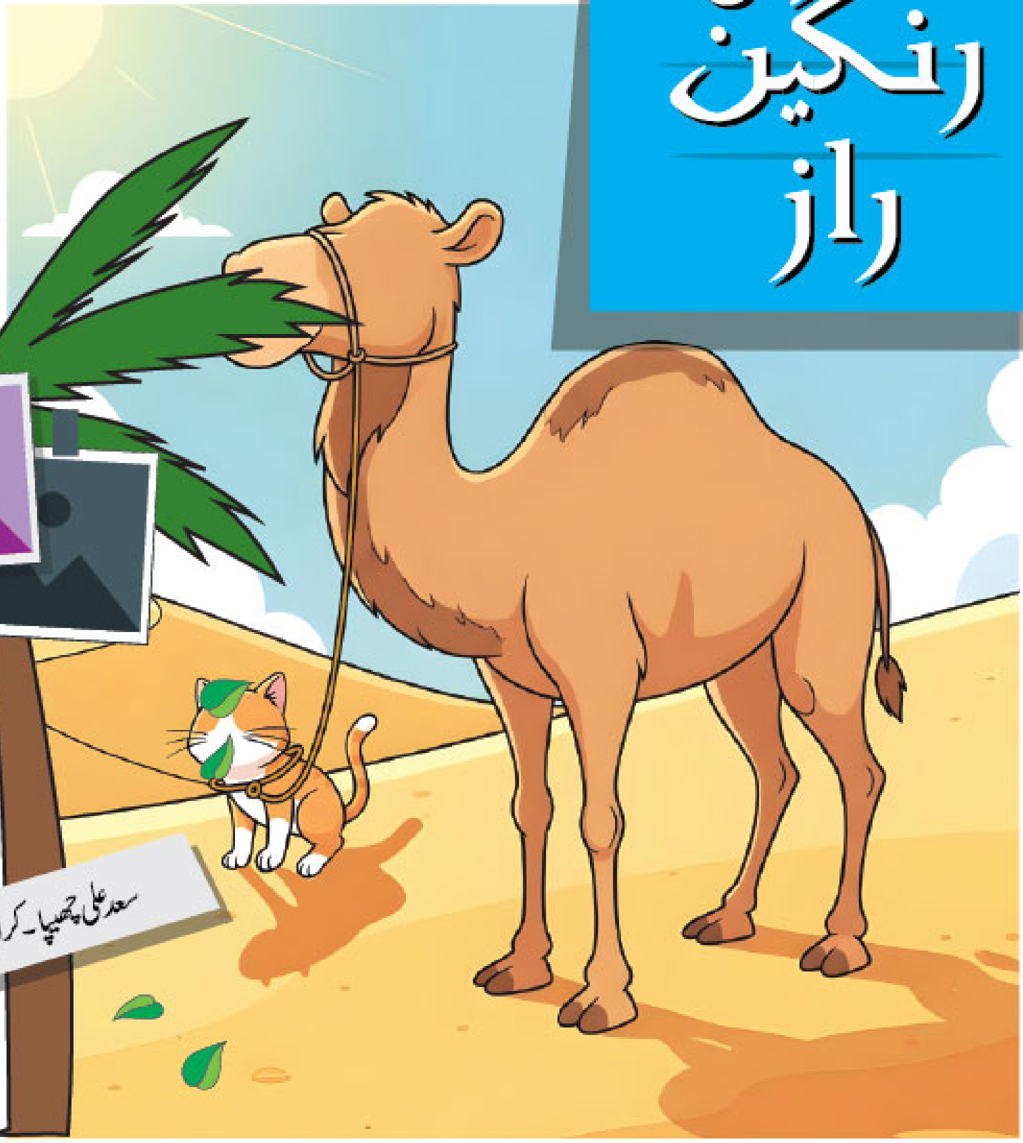

سعد علی چھیپا۔ کراچی

پھر کیا ہوا؟ ۲۱

ماسٹر جی

نذیر انبالوی۔ لاہور

حمنہ، حارث اور حمزہ، دادی جان کے پاس آئے تو حمنہ کے ابو جان، سجاد بھی وہاں آ گئے۔

”کیا آپ بھی کہانی سننے کے لیے آئے ہیں؟“ حمزہ نے ابو جان کو دیکھ کر سوال کیا۔

”میں کہانی سننے نہیں، کہانی سنانے آیا ہوں۔“

”کیا تم آج بچوں کو کہانی سناؤ گے؟“ دادی جان بولیں۔

”جی اماں جی! اگر آپ اجازت دیں تو میں آج بچوں کو وہ کہانی سناؤں گا جو میں نے اپنی دادی اماں سے بچپن میں سنی تھی۔“ ابو جان کی بات سن کر دادی جان نے فوراً کہا:

”میرے بچے! اس میں اجازت کی کیا بات ہے، یہ تو اچھی بات ہے کہ تم نے آج بچوں کے لیے وقت نکالا ہے، تمھاری دفتری مصروفیات اتنی زیادہ ہیں کہ صبح کے گئے رات کو واپس آتے ہو۔“

”جی اماں جان! ایسا ہی ہے۔ آج کے مشینی دور میں انسان بھی مشینوں کی طرح ہو گئے ہیں، ہر ایک تیزی سے دوڑتا چلا جا رہا ہے۔ میں جب چھوٹا تھا تو زندگی اتنی تیز نہیں تھی، سب گھر کے کچے صحن میں مل بیٹھتے تھے، گرمی کے موسم میں دادی جان صحن میں پانی کا چھڑکاؤ کر دیتی تھیں، مغرب سے کچھ پہلے سب صحن میں بچھائی چارپائیوں پر بیٹھ جاتے تھے۔ وہ بھی کیا دن تھے! ٹھنڈی چھاؤں میں دادی جان ہمیں مزے مزے کی کہانیاں سناتیں، میں اور شہزاد بھائی پوری توجہ سے کہانی سنتے تھے۔“

ابو جان سانس لینے کے رُکے، پھر گویا ہوئے:

”میری دادی جان نے ایک مرتبہ ایک مزدور شوکت کی کہانی سنائی تھی۔ دادی جان کا کہانی سنانے کا انداز بہت دل چسپ ہوتا تھا۔ وہ کہانی سناتے ہوئے ہمیں مخاطب کرتے ہوئے کہتی تھیں:

”معلوم ہے پیارے بچو! پھر کیا ہوا؟“

اس کے بعد وہ دوبارہ کہانی سنانے لگتیں۔

شہر میں آصف نامی ایک دکان دار تھا۔ اس کی دکان پر آٹا، گھی، چاول اور مختلف دالیں تھوک میں دست یاب ہوتی تھیں۔ آصف کے ساتھ اس کے دو بیٹے عاطف اور عاصم بھی دکان پر کام کرتے تھے۔ دکان اور گودام میں دس ملازم تھے۔ ان ملازموں میں ایک شوکت بھی تھا۔ اس کا تعلق سرگودھا سے تھا۔ وہ شہر میں آیا تو پڑھنے کے لیے تھا، مگر والد کی وفات کے بعد اُسے مجبوراً پڑھائی کو خیر باد کہنا پڑا۔ اس نے پہلے ایک ہوٹل میں برتن دھونے کا کام کیا، پھر وہ آصف کی دکان میں آ گیا۔ اب پچھلے دس برس سے وہ اسی جگہ کام

کر رہا تھا۔ وہ گودام سے چاولوں کے بورے دکان پر لانے کا کام کرتا تھا۔ آصف کی دکان کے ساتھ کتابوں کی ایک دکان تھی۔ دکان کے باہر بچوں اور بڑوں کے رسائل کے ساتھ ساتھ اخبارات بھی آویزاں ہوتے تھے۔ شوکت اکثر صبح کے وقت دکان کے مالک اقبال کی اجازت سے اخبارات کی سرخیاں پڑھ لیتا تھا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ شوکت اخبار پڑھ رہا تھا تو عاصم کی اس پر نظر پڑی۔ اس نے غصیلے انداز میں شوکت کو آواز دے کر بلایا:

''یہاں آؤ۔''

شوکت فوراً عاصم کی طرف بڑھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ عاصم اس کے ساتھ اتنا بُرا سلوک کرے گا۔'' ابو جان اتنی کہانی سنا کر چند لمحوں کے لیے خاموش ہوئے تو حمزہ نے پوچھا:

''عاصم نے شوکت کو کیا کہا تھا؟''

''عاصم نے شوکت کے منہ پر زوردار تھپڑ مارا تھا۔

وہ اپنا گال سہلا کر رہ گیا۔

''کیا ہم تمھیں تنخواہ اخبار پڑھنے کی دیتے ہیں، جب دیکھو، اخبار یا رسالہ لیے کھڑے ہوتے ہو، تم اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو نوکری سے نکال دوں گا۔''

''وہ مالک......وہ......میں اب۔''

''منہ بند رکھو اور کام کرو۔ گودام میں جاؤ اور چاولوں کے دو بورے لاؤ۔ جاؤ، میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو۔'' عاصم نے اس کی بات بھی پوری نہ ہونے دی تھی۔

غصے میں بپھرے ہوئے عاصم اور سر جھکائے شوکت کو قریب کھڑا ایک گاہک اسلم دیکھ رہا تھا، وہ گھی لینے آیا تھا۔ شوکت جب پچھلی گلی میں گودام کی جانب گیا تو اسلم بھی اس کے ساتھ ہولیا۔ گودام ابھی کچھ دور تھا۔ اسلم تیزی سے چلتا ہوا شوکت کے قریب آ گیا۔ اس نے کوئی وقت ضائع کیے بغیر اپنا تعارف کرواتے ہوئے کہا:

''میں ماسٹر اسلم ملک ہوں، گلشن کالونی کے ہائی اسکول میں ریاضی پڑھاتا ہوں۔ مالک دکان کی باتیں سن کر مجھے بہت افسوس ہوا ہے۔''

''ماسٹر جی! یہ تو روز کا معمول ہے۔ شاید ہی کوئی ایسا دن ہو گا جب

مالک نے کسی ملازم سے محبت سے بات کی ہو، وہ تو ہر وقت غصے میں رہتا ہے، وہ ملازمین کو اِنسان نہیں مشین سمجھتا ہے۔'' عاصم یہ کہتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھ رہا، کہیں مالک یا اس کے بیٹے اسے ماسٹر جی سے بات کرتے ہوئے دیکھ نہ لیں۔

''لگتا ہے تمھیں پڑھنے کا شوق ہے۔'' یہ کہتے ہوئے ماسٹر اسلم ملک نے شوکت کو بغور دیکھا۔

''جی ماسٹر جی! میں یہاں پڑھنے کے لیے تو آیا تھا، مگر ابا جی کی اچانک وفات کے بعد اپنی پڑھائی جاری نہ رکھ سکا۔ جب بھی کوئی کتاب یا رسالہ دیکھتا ہوں تو نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی طرف کھنچا چلا جاتا ہوں۔ یہی وجہ کہ چچا اقبال کی دکان پر لٹکے ہوئے اخبارات اور رسائل دیکھ کر میں بے چین ہو جاتا ہوں، میرے ایسا کرنے پر مالک اکثر مجھ سے ناراض رہتے ہیں۔''

''یہ میرا کارڈ رکھو، گلشن کالونی میں پانی والی ٹینکی کے ساتھ جو گلی ہے، اس میں میرا گھر ہے، گھر کے باہر میرے نام کی تختی لگی ہوئی ہے۔ میرے گھر آنا، وہیں بیٹھ کر مزید باتیں کریں گے۔''

''جی ماسٹر جی! میں ضرور آؤں گا۔'' شوکت یہ کہہ کر گودام میں داخل ہو گیا۔

''اس کے بعد بھلا کیا ہوا بچو!؟'' ابو جان کا یہ جملہ سن کر حمنہ بولے:

''پھر کیا ہوا ابو جان!؟''

''دو تین دن بعد شوکت، ماسٹر اسلم ملک کی بیٹھک میں بیٹھا ہوا تھا۔ بیٹھک میں دائیں طرف لکڑی کی ایک الماری میں بہت سی کتابیں تھیں۔ شوکت نے الماری کے قریب جا کر ایک ایک کتاب کو دیکھا۔

''تم نے کس جماعت سے پڑھائی چھوڑی تھی؟'' ماسٹر اسلم ملک نے کتابوں میں کھوئے شوکت سے سوال کیا۔

''میں اس وقت آٹھویں جماعت میں تھا۔ آٹھویں کا سالانہ امتحان بھی نہ دے پایا تھا کہ ابا جان کی وفات کے باعث تعلیم ادھوری چھوڑ کر عملی میدان میں قدم رکھ دیا۔ اب تو بہت دیر ہو چکی ہے۔''

''نہیں، ابھی دیر نہیں ہوئی، میں تمھیں پڑھاؤں گا، کتابیں لا کر دوں گا، امتحان کی فیس دوں گا۔ بولو، کیا تم پڑھنے کے لیے تیار ہو؟''

ماسٹر اسلم ملک کی بات سن کر شوکت کچھ دیر خاموش رہا، پھر اُس نے کپکپاتی آواز میں کہا:

''کیا ایسا ممکن ہے؟''

''بالکل ایسا ممکن ہے۔''

''ماسٹر جی! تو پھر میں پڑھنے کے تیار ہوں۔ کب سے پڑھائی شروع ہو گی؟'' شوکت کو جیسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔

''کل سے پڑھائی کا سلسلہ شروع ہو گا۔ میں کل جماعت نہم کی کتابیں لے آؤں گا۔'' ماسٹر اسلم ملک کی باتیں سن کر شوکت کو تو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ اس کے چہار سو اُجالا ہی اُجالا ہو گیا ہے۔''

دادی جان بھی بچوں کے ساتھ مل کر پوری توجہ سے کہانی سن رہی تھیں۔ بچوں کے بولنے سے قبل دادی جان بولیں:

''پھر کیا ہوا میرے بیٹے!؟''

''پھر شوکت نے ماسٹر اسلم ملک سے دکان سے چھٹی کے بعد پڑھنا شروع کر دیا۔ شوکت جب سرگودھا گیا تو اُس نے اپنی امی جان کو ماسٹر جی کے بارے میں بتایا تو وہ بولیں:

''انھیں صرف ماسٹر نہ کہو، وہ تو انسان کے روپ میں فرشتہ ہیں فرشتہ، اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔''

شوکت کو ہفتے بعد اِتوار کے آدھے دن کی چھٹی ملتی تھی۔ اس دن دکان سہ پہر تین بجے بند ہو جاتی تھی۔ اس دن شوکت، ماسٹر جی کے ہاں آ ئے ہفتہ بھر کے اخبارات بھی پڑھتا، اس کے علاوہ بچوں کے رسائل بھی پڑھنے کو مل جاتے تھے۔ ماسٹر جی کا بیٹا بلال بھی جماعت نہم کا طالب علم تھا۔ وہ شوکت کو بھائی جان کہہ کر مخاطب کرتا۔ ماسٹر جی نے اپنے بچوں کی بہت اچھی تربیت کی تھی، وہ سب سے نہایت ادب اور تہذیب سے بات کرتے۔

شوکت اگرچہ دکان پر کام کرنے کی وجہ سے تھک جاتا تھا، مگر اُس کے باوجود وہ خوب دل لگا کر پڑھ رہا تھا۔ مالک دکان اور اُس کے بیٹوں کو علم نہیں تھا کہ شوکت، ماسٹر اسلم ملک سے پڑھ رہا ہے۔ مارچ میں بورڈ کا سالانہ امتحان تھا، جس کے لیے شوکت کو چند چھٹیاں درکار تھیں۔ جب شوکت نے دکان کے مالک سے بات کی تو اُس کا پہلا سوال یہی تھا کہ چھٹیاں کیوں چاہییں؟ اس کے جواب میں شوکت نے سب کچھ سچ سچ بتا دیا۔ پہلے پہل تو وہ چھٹیاں دینے کے لیے تیار نہ تھا، پھر وہ سوچ کر کہنے لگا:

''چھٹیوں کی تنخواہ نہیں ملے گی۔''

''مجھے منظور ہے۔'' چھٹیوں کے پیسے نہ ملنے کے باوجود شوکت بہت خوش تھا۔

''دکان کا مالک اچھا انسان نہیں تھا۔'' یہ آواز حارث کی تھی۔

ابو جان نے کہانی سناتے ہوئے کہا:

''دنیا میں ہر طرح کے انسان ہیں، اچھے بھی اور بُرے بھی۔ آصف نے تو شوکت کو چھٹیوں کے پیسے نہیں دیے، مگر ماسٹر جی نے انکار کے باوجود اُن چھٹیوں کے پیسے اس کی جیب میں ڈال دیے۔ شوکت اور بلال نے جماعت نہم کا اکٹھے امتحان دیا۔ نتیجہ آنے پر بلال کے تیس نمبر زیادہ تھے، اس کے باوجود ماسٹر اسلم ملک، شوکت کی تعریف کرتے نہ تھکتے تھے۔

شوکت نے ماسٹر جی کا ہاتھ پکڑے رکھا۔ بلال تو میڈیکل کالج میں چلا گیا، جب کہ شوکت نے میٹرک کرنے کے بعد ایک رات والے کالج میں داخلہ لے کر سول انجینئرنگ کا ڈپلومہ حاصل کیا۔ اب منزل آسان ہو گئی تھی۔ ایک نجی ادارے میں شوکت کو ملازمت مل گئی۔ تین سالہ تجربہ حاصل کر کے وہ سعودی عرب چلا گیا۔ شوکت جہاں بھی جاتا اس کے ساتھ ماسٹر اسلم ملک کی باتیں بھی جاتیں۔ وہ ہر ایک کو اُن کے بارے میں بتاتا۔ جب وہ سعودی عرب جانے کے لاہور ہوائی اڈے پر موجود تھا تو ماسٹر جی نے تازہ پھولوں کا ہار اُس کے گلے میں ڈالا تو شوکت نے بے اختیار اُنھیں گلے لگا لیا۔

''میں آج جو کچھ بھی ہوں آپ کی وجہ سے ہوں۔ آپ کا احسان نہیں بھولوں گا۔ آپ انسان نہیں، فرشتے ہیں۔''

''میں نے جو کچھ کیا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کیا ہے۔ مجھ سے ایک وعدہ کرو کہ جب بھی موقع ملے، کسی شوکت کا ہاتھ پکڑ لینا، اسے منزل کی طرف گامزن کر دینا۔''

''میں ایسا ہی کروں گا، میں آپ کے نقشِ قدم پر چلوں گا۔'' شوکت بولا۔

''میں آج بہت خوش ہوں، بہت پہلے ایک ماسٹر جی نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے منزل تک پہنچایا تھا۔ آج میں نے ایک شوکت کا ہاتھ پکڑ کر اُسے منزل تک پہنچا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں نے اپنے ماسٹر جی سے جو وعدہ کیا تھا آج وہ پورا ہو گیا ہے۔'' ماسٹر اسلم کی آنکھوں میں چمک سی تھی۔

شوکت یہ چمک دیکھ کر بولا:

''میں بھی اپنے ماسٹر جی سے کیا وعدہ پورا کروں گا، میں اب چلتا ہوں۔''

پھر شوکت ہاتھ ہلاتا ہوا ہوائی اڈے میں داخل ہو گیا۔ ماسٹر اسلم ملک کے ہونٹوں پر اُس کے لیے دعائیں ہی دعائیں تھیں۔

پیارے بچو! یہ تھی آج کی کہانی، دادی جان نہیں، ابو جان کی زبانی۔ میں نے اپنی دادی جان سے جو کہانیاں سنی ہیں وہ اب تک مجھے یاد ہیں، جب بھی موقع ملا آپ کو وہ کہانیاں سنانے کی کوشش کروں گا۔ جیتے رہو، خوش رہو۔'' ابو جان بولے۔

''تم سب جیتے رہو، سلامت رہو۔'' دادی نے مسکرا کر کہا۔

''دادی جان، ابو جان! السلام علیکم!'' بچوں نے یک زبان ہو کر کہا اور کمرے سے باہر چلے گئے۔

(پھر کیا ہوا؟ یہ جاننے کے لیے اگلے شمارے میں پڑھیے، ایک نئی کہانی، دادی جان کی زبانی)

☆ایک آدمی (قصائی سے): ''بھائی! میرا قیمہ بنا دو۔''
قصائی: ''پہلے چودھری صاحب کی بوٹی بنا دوں، پھر آپ کا قیمہ بناؤں گا۔''

(بنت ریحان فصاحت۔کراچی)

☆''میں نے تمھاری مزدوری تمھارا پسینا خشک ہونے سے پہلے دے دی ہے، پھر بھی تم مجھے خوش دکھائی نہیں دے رہیں؟'' مالکن نے ماسی کو پیسے دیتے ہوئے کہا۔
''آپ نے مزدوری اتنی کم دی ہے کہ مجھے دوبارہ پسینا آ گیا ہے۔'' ماسی نے جواب دیا۔

☆ماں، بیٹے سے (پریشان ہو کر):
''بیٹا! یہ تم ایسے رُک رُک کر کیوں چل رہے ہو؟''
بیٹا (معصومیت سے): ''وہ اماں! ابا نے کل ہی کہا تھا کہ مجھے ابھی سے سوچ سمجھ کر قدم رکھنے کی عادت ڈالنی چاہیے۔''

☆ایک شخص موٹر سائیکل پر جا رہا تھا۔ اس نے راستے میں کھڑے ایک شخص سے پوچھا:
''آپ کو لفٹ چاہیے؟'' اس بے وقوف آدمی نے کہا:
''نہیں، میرا گھر نچلی منزل میں ہے۔''

☆گاہک غصے سے: ''یہ دیکھو، چائے میں مکھی تیر رہی ہے۔''
بیرا: ''ماشاء اللہ! صاحب! یہ تو دیکھیے کہ مکھی کو اُڑنے کے ساتھ تیرنے کا فن بھی آتا ہے۔''

☆تالا چابی مرمت کرنے والے نے پہلا روزہ رکھا۔ شام کو کسی نے کہا:
''روزہ کھول لیں۔'' اس نے بے خیالی میں کہا:
''لاؤ چابی۔''

(رابعہ راحیل۔کراچی)

☆پہلا دوست (دوسرے دوست سے): ''کیا تمھیں جانوروں سے محبت ہے؟''
دوسرا دوست: ''جی ہاں، خاص طور پر بھنے ہوئے مرغ سے۔''

☆ایک ڈاکٹر (وکیل سے): ''جناب! آپ کی ذرا سی غلطی سے انسان دو فٹ اوپر جا سکتا ہے۔''
وکیل: ''اور جناب! آپ کی ذرا سی غلطی سے انسان دو فٹ نیچے جا سکتا ہے۔''

☆مسٹر بھوندو دوڑتا ہوا آیا اور امی سے بولا: ''امی! پانی کی ٹنکی میں ایک چوہا گر گیا ہے۔''
امی بولیں: ''بیٹا! پھر تم نے اسے باہر نکال دیا؟''
مسٹر بھوندو: ''نہیں امی! بلکہ میں نے اس میں بلی کو ڈال دیا ہے۔''

(اسد بیگ۔لاہور)

☆ایک کرائے دار پر کئی ماہ کا کرایہ لازم تھا۔ گھر کے مالک کا کارندہ اس کے پاس تقاضا کرنے پہنچا۔ اس نے کچھ پیسے اس کے حوالے کیے اور کہا:
''انھیں میرے حساب میں جمع کر لیں۔''
کارندہ پیسے گن کر بولا: ''آپ یقیناً اس سے بھی زیادہ دے سکتے ہیں۔''
کرائے دار بولا: ''جی نہیں جناب! اگر میں گھر کا پچھلا دروازہ کباڑی کے ہاتھ فروخت نہ کرتا تو آپ کو فی الحال اتنے بھی نہ ملتے۔''

(فیض الہادی۔نوشہرہ)

سُنّتِ سرکار ﷺ

محمد ارسلان اللہ خان ارسل۔ کراچی

حق بتانا ہے سُنّتِ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)
رہ دکھانا ہے سُنّتِ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

اپنے اللہ سے محبت ہو
والہانہ ، ہے سُنّتِ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

سب مریضوں کے واسطے اُن کے
گھر پہ جانا ہے سُنّتِ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

اصل میں سیدھے ہاتھ سے اپنے
کھانا کھانا ہے سُنّتِ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

جو بھی وعدہ کرو کسی سے تم
تو نبھانا ہے سُنّتِ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

نیک باتوں پہ خود عمل کرنا
اور بتانا ہے سُنّتِ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

رات کو واسطے تہجد کے
جاگ جانا ہے سُنّتِ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

مسکرایا کرو مسلمانو!
مسکرانا ہے سُنّتِ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

واپسی جب سفر سے ہو تو کچھ
لیتے آنا ، ہے سُنّتِ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

دوسروں سے ملیں جو غم ہم کو
بھول جانا ہے سُنّتِ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

کرکے محنت خود اپنے ہاتھوں سے
یوں کمانا ہے سُنّتِ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

کام جس کا نہ ہوسکے اُس کے
کام آنا ہے سنتِ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

خوب ہی اپنے رشتے داروں میں
آنا جانا ہے سُنّتِ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سیدہ عروج فاطمہ۔ ملتان

اخلاق ایک انسان کی شخصیت کا آئینہ دار ہوتا ہے اور اعلیٰ اخلاق کا نمونہ ہمیں سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ مقدس کی صورت میں بدرجہ اتم نظر آتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پوری زندگی اخلاقِ حسنہ کا کامل نمونہ ہے، جیسا کہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ﴿٤﴾

(اور بے شک! آپ بلند اخلاق کے مالک ہیں۔) (القلم: 4)

آغازِ نبوت سے قبل اخلاقِ نبوی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کا ہر لمحہ صداقت، امانت، حلم، تواضع اور عدل کا پیکر تھا، حتیٰ کہ اعلانِ نبوت سے قبل بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ''الصادق'' اور ''الامین'' کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ اہل مکہ آپ کی سچائی اور دیانت کے اس قدر قائل تھے کہ اپنے قیمتی سامان کو آپ کے پاس بطورِ امانت رکھواتے تھے۔

رحم و کرم اور درگزر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سب سے نمایاں وصف ''رحمۃ للعالمین'' ہونا ہے۔ آپ نے نہ صرف اپنے ماننے والوں، بل کہ دشمنوں اور حیوانات تک سے شفقت کا سلوک فرمایا۔ طائف کے میدان میں جب لوگوں نے پتھر مار کر آپ کو زخمی کیا تو آپ نے ان کے لیے بددعا کرنے کے بجائے ہدایت کی دعا فرمائی۔

سچائی اور صداقت

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ ایک مرتبہ ایک عورت نے اپنے بچے کو کچھ دینے کا وعدہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم اسے نہ دیتی تو یہ بھی جھوٹ شمار ہوتا۔ سچائی کو آپ نے ایمان کا جزو قرار دیا اور فرمایا:

''سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کی طرف۔''

(الصحیح للبخاری)

بردباری اور تحمل

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمیشہ حلم اور بردباری کا مظاہرہ فرماتے۔ دشمن کی بدسلوکی کے جواب میں صبر، نرمی اور حکمت سے کام لیتے۔ مدینے میں یہودی عورت نے آپ کو زہر دیا، مگر آپ نے اپنا انتقام نہیں لیا۔

عدل اور انصاف

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عدل مثالی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''تم سے پہلے قومیں اس لیے تباہ ہوئیں کہ وہ کمزوروں پر قانون نافذ کرتیں اور طاقت وروں کو چھوڑ دیتیں۔''

جب ایک معزز قبیلے کی عورت نے چوری کی تو آپ نے فرمایا

کہ اگر فاطمہ بنتِ محمدؐ بھی چوری کرے تو اُس کا بھی ہاتھ کاٹا جائے گا۔

حسنِ سلوک

آپ ﷺ کا ہر عمل محبت، خلوص اور شفقت سے لبریز ہوتا۔ بچوں سے محبت، خواتین کے ساتھ حسنِ سلوک، غلاموں کے ساتھ مہربانی اور محتاجوں کی خبر گیری آپ کی زندگی کا حصہ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے اہلِ خانہ کے لیے بہترین ہو، اور میں اپنے اہلِ خانہ کے لیے سب سے بہتر ہوں۔‘‘

اخلاقِ نبوی ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، جو ہمیں انسانیت، صبر، عدل، محبت، اور خیر خواہی سکھاتا ہے۔ اگر ہم اپنی زندگیوں میں نبی کریم ﷺ کے اخلاق کو اپنائیں تو نہ صرف ہماری انفرادی زندگی سنور جائے گی، بل کہ پورا معاشرہ امن اور محبت کا گہوارہ بن جائے۔

١ بردباری: غصے کی حالت میں بھی نبی کریم ﷺ نے کبھی کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔

٢ معافی: آپ ﷺ نے دشمنوں کو بھی معاف فرمایا، جیسے فتح مکہ کے موقع پر۔

٣ انکساری: باوجود اِس کے کہ آپ حکمران تھے، مگر ہمیشہ عاجزی اور اِنکساری اختیار فرمائی۔

٤ شفقت: بچوں سے شفقت، ان کے سر پر ہاتھ پھیرنا اور اُن کے ساتھ کھیلنا آپ کی سنت ہے۔

٥ حق گوئی: کبھی کسی بات میں جھوٹ نہ بولا، نہ کسی کو جھوٹ بولنے کی ترغیب دی۔

٦ وعدے کی پاس داری: آپ ﷺ نے ہمیشہ وعدہ پورا کیا، چاہے وہ کسی غیر مسلم سے ہو۔ مشرکینِ مکہ کے ساتھ کیے گئے معاہدوں کی بھی مکمل پاس داری فرمائی۔

٧ صبر: سخت ترین حالات میں بھی صبر کا دامن نہ چھوڑا، جیسے شعبِ ابی طالب کی تکالیف۔

٨ خدمتِ خلق: مسکینوں، یتیموں اور بیواؤں کی مدد کو اَفضل عمل قرار دیا۔

٩ حقوق العباد: آپ نے لوگوں کے حقوق ادا کرنے کی سخت تاکید فرمائی۔

١٠ نرمی: بات چیت میں نرمی اور خوش اخلاقی اختیار کرتے۔

١١ سوال کرنے والے کو خالی ہاتھ نہ لوٹایا۔ جو بھی سوالی آیا اسے کچھ نہ کچھ دیا، البتہ اگر کچھ نہ ہوتا تو نرمی سے انکار فرما دیا۔

١٢ مساوات: سب انسانوں کو برابر سمجھا، کبھی حسب اور نسب کی بنیاد پر فوقیت نہیں دی۔

١٣ خوش اخلاقی: آپ کا چہرے پر ہمیشہ تبسم ہوتا، کبھی کسی کو نہیں جھڑکا۔

١٤ غیبت سے اجتناب: کبھی کسی کی غیر موجودگی میں بُرائی نہ کی اور دُوسروں کو بھی اس سے روکا۔

١٥ دیانت داری: تجارت میں انتہائی دیانت داری سے کام لیا، جس کی گواہی دشمن بھی دیتے۔

١٦ خدمتِ معاشرہ: آپ ﷺ نے ہمیشہ ایسے کاموں کو ترجیح دی جو پورے معاشرے کے لیے فائدہ مند ہوں۔

سوال آدھا، جواب آدھا (٦٩)
کے درست جوابات

١ 8 (سورۂ انعام، سورۂ اعراف، سورۂ ہُود، سورۂ حجر، سورۂ انبیاء، سورۂ نمل، سورۂ عنکبوت اور سورۂ والصّٰفّٰت)۔

٢ ’’وَکَفٰی بِالْمَوْتِ وَاعِظًا‘‘۔

٣ حضرت سیدنا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ۔

٤ 26 نومبر 1991ء۔ رُوس۔

٥ یہ مشہورِ زمانہ نظم بھی نظیر اکبر آبادی کی تخلیق کردہ ہے۔

٦ مصر۔ ٧ 4 جولائی۔ ٨ 1900ء۔

٩ بریلیم (Beryllium)۔

١٠ جو کام نرمی سے نکل سکتا ہو اُس میں سختی نہیں کرنی چاہیے۔

عملی اظہار

بنت کامران۔ کراچی

”حبیبہ! حبیبہ! اٹھو بیٹا! آپ کی سہیلی رمیصاء کا فون آیا ہے۔ وہ آپ سے اس تقریب کے سلسلے میں بات کرنا چاہتی ہیں جو آپ نے گھر پر رکھی ہے۔“ حبیبہ کی امی نے اسے اٹھاتے ہوئے کہا۔

”اچھا امی! میں آگئی۔“ وہ دعا پڑھتے ہوئے بستر سے اٹھ گئی اور فون کی طرف بڑھتے ہوئے سعادت مندی سے کہا۔

......☆......

حبیبہ اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد تھی، اس کے باوجود اُن کے لاڈ پیار نے اسے بگاڑا نہیں تھا، کیوں کہ وہ دونوں ہی اس کی اچھی اور دِینی تربیت پر بھرپور توجہ دیتے تھے، کیوں کہ خود اُن دونوں کا ذہن بھی دین کی طرف راغب تھا۔ وہ مدرسے میں پڑھتی تھی اور بہت سعادت مند بچی تھی۔ پورے خاندان میں صرف وہی تھی جو مدرسے میں پڑھنے جاتی تھی، جب کہ اس کی ہم عمر اور باقی تمام کزنیں اعلیٰ یونی ورسٹیوں اور کالجوں میں زیرِ تعلیم تھیں۔

وہ اپنی کزنوں کو بُری باتوں پر ٹوکتی اور سنت چھوڑنے پر سمجھاتی، لیکن وہ اسے بُرا بھلا کہتیں اور بُرے ناموں سے پکارتی تھیں۔ اسے ان کی باتوں پر غصہ تو بہت آتا، مگر وہ اپنے نبی کا رویہ جو اُن کا اپنے رشتے داروں کے جواب میں ہوتا تھا، سوچ کر رُک جاتی اور اُن سے رویہ نرم اور دھیما ہی رکھتی، لیکن جب کسی کو قادیانیوں کی مصنوعات استعمال کرتے دیکھتی تو اُس کی رگ محبت پھڑک اٹھتی تھی اور وہ اسے سخت لہجے میں منع کرنے سے خود کو روک نہیں پاتی تھی۔

یہ بات اس کے والدین کو بھی معلوم تھی اور وہ خوش ہوتے تھے کہ ان کی بیٹی نبی کریم ﷺ سے بے پناہ محبت کرتی ہے، لیکن اس کے باوجود وہ اس کے سخت لہجے کو نرم کرنے کا کہتے۔

......☆......

آج بھی وہ اپنی دادی سے ملنے ابو امی کے ساتھ آئی تھی، جہاں اس کی کزنیں اس بیکری کے بسکٹ کھا رہی تھیں جہاں کی تمام اشیا

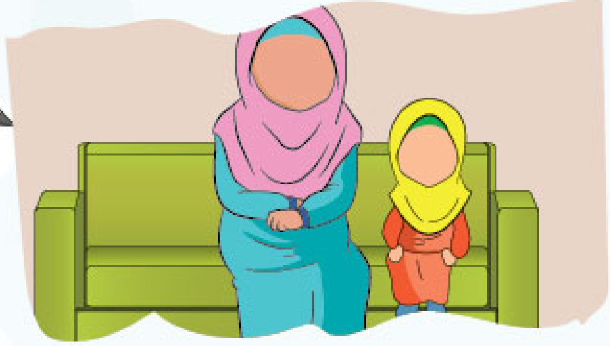

شیزان (قادیانیوں کی کمپنی) کے گھی سے تیار کردہ ہوتی تھیں اور اُنھیں یہ بات معلوم بھی تھی۔ حبیبہ اُنھیں بار ہا یہاں کی اشیا کھانے سے منع کر چکی تھی، مگر پھر بھی وہ آج وہاں کے بسکٹ نوش فرما رہی تھیں۔ حبیبہ کو یہ دیکھ کر بہت دکھ ہوا اور وہ ان سے بغیر کچھ کہے اپنے ابو کے ساتھ گھر واپس آگئی اور اُن کے لیے دعا کرنے لگی۔

ساتھ ساتھ کوئی ایسی ترکیب بھی سوچنے لگی جس سے سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے، یعنی ان کی سمجھ میں بھی آجائے اور وہ ناراض بھی نہ ہوں۔

بالآخر اُس کے ذہن مین ایک ترکیب آگئی۔

اس نے اس ترکیب پر عمل پیرا ہونے کے لیے اپنی مدرسے کی سہیلیوں اور اپنے امی ابو سے بھی مدد لی، جس سے وہ بہت خوش ہوئے۔

......☆......

آج پورا گھر دُلہن کی طرح سجا ہوا تھا۔ چھت پر اِسٹیج بنایا گیا تھا۔ حبیبہ نے اپنی تمام کزنوں اور مدرسے کی سہیلیوں کو بھی گھر پر مدعو کیا تھا اور خاص طور پر اپنے مدرسے کی معلمہ کو بھی۔ پہلے تلاوت سے سب کے دلوں کو منور کیا گیا، پھر نعت رسول اللہ ﷺ پڑھی گئی۔ اس کے بعد حبیبہ کی دوست رومیصاء نے ختم نبوت پر پُرسوز آواز میں نظم پڑھ کر سب کے دل موہ لیے، پھر پروگرام کے مطابق حبیبہ کی معلمہ اسٹیج پر تشریف لائیں اور سلام کے بعد عقیدۂ ختم نبوت کے بارے میں سب کو بتایا، پھر قادیانیوں کے ناپاک عقیدوں اور گم راہ کرنے کی سازشوں سے سب کو متعارف کروایا۔ ان کا لہجہ اتنا پُرکشش تھا کہ سب ہمہ تن گوش ہوکر سن رہی تھیں، پھر اُنھوں نے سب کو قادیانیوں کا مکمل مقاطعہ کرنے کا مشورہ دیا اور کہا:

''کیا ہم ان عظیم ہستی کے لیے اپنی چند پسندیدہ چیزوں کی قربانی نہیں دے سکتے جنھوں نے ہمارے لیے اپنی راتیں اور راحتیں قربان کیں اور جو صحرا کی تپتی دھوپ میں بغیر سائے کے گھنٹوں ہمارے لیے دعا گو تھے۔ جو اپنی نزع کی حالت میں بھی ہماری فکر فرما رہے تھے۔ کیا ہم ان کے دشمنوں کو فائدہ پہنچا کر اپنے آقا کو منہ دکھا سکیں گے۔ کیا ہم ان کی قربانیوں کا صلہ اس طرح سے دے رہے ہیں؟ کیا ہم ان کی قربانیوں اور ایثار کے آگے ان فانی ذائقوں کو ترجیح دے رہے ہیں؟ اگر اُنھوں نے حوض کوثر کا پانی پلاتے ہوئے ہمارے چہرے دیکھ کر منہ پھیر لیا تو کیا ہم ان کی شفاعت کے زیرِ سایہ آسکیں گے اور اُن سے اپنی بخشش کروا سکیں گے؟ کیا اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے بے وفائی کا گناہ معاف فرما دیں گے؟ کیا ان چند ذائقوں کے پیچھے اپنی دنیا اور آخرت برباد کرنا عقل مندی ہے؟

آیئے، ہم عہد کریں کہ اپنے محبوب کے دشمنوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچائیں گے اور اُن کا مکمل مقاطعہ کرکے اپنے نبی سے محبت کا عملی اظہار کرکے دکھائیں گے۔''

انھوں نے اپنی تقریر ختم کی اور سب پر الوداعی نظر ڈال کر سلام کرتی ہوئی نیچے اتر گئیں۔ وہ سب جو ابھی تک ان کی باتوں کو دم بخود ہوکر سن رہے تھیں ان کے چہرے ندامت اور شرمندگی کے احساس سے نیچے جھکے ہوئے تھے، آنسو سب کے چہروں کو بھگو رہے تھے۔ حبیبہ اور اُس کی سہیلیوں نے سب کی یہ حالت دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، کیوں کہ وہ سب اپنے مقصد میں کام یاب ہوگئی تھیں اور پیارے نبی ﷺ سے محبت اور وفاداری کا پیغام پہنچا کر بہت خوش اور پُرامید تھیں۔

صبر کے پیکر

محمد حمزہ اویس۔ کراچی

انس اسکول سے بھاگا بھاگا سیدھا دادا جان کے کمرے میں آیا، جو اُس وقت مطالعہ کر رہے تھے۔

''السلام علیکم، دادا جان! ہمیں اسکول میں ماہ ربیع الاول کے سبب ''نبی ﷺ کو جو تکلیفیں پہنچیں اور اُن پر نبی ﷺ کا کیا رویہ رہا'' اس عنوان پر تقریر کرنے کے لیے کہا گیا ہے؟ آپ میری مدد کریں گے؟'' انس نے آتے ہی ایک ہی سانس میں پورا سوال کرلیا۔

''وعلیکم السلام۔ ہاں جی انس بیٹا! ضرور میں آپ کی مدد کروں گا۔ آپ شام کو میرے پاس آجانا۔'' دادا نے انس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

......☆......

شام کو انس، دادا جان کے پاس آکر بولا: ''دادا جان! اب

آپ بتائیے مجھے۔''

''جی بیٹا! اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں ان تکلیفوں کا ذِکر کیا ہے جو ہمارے نبی محمد ﷺ کو پیش آئی تھیں، یہاں تک کہ قریش مکہ نے (نعوذ باللہ!) آپ ﷺ کو قتل کرنے کا ارادہ اور عزم کیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچا لیا جیسے کہ اللہ نے فرمایا:

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ

(اور (اے پیغمبر!) وہ وقت یاد کرو جب کافر لوگ منصوبے بنا رہے تھے کہ تمھیں گرفتار کرلیں یا تمھیں قتل کردیں۔)

آپ کی ہجرت اور غارِ ثور کی طرف جانے کا قصہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا۔

(اگر تم ان (نبی کریم ﷺ) کی مدد نہیں کرو گے تو (ان کا کچھ نقصان نہیں، کیوں کہ) اللہ تعالیٰ ان کی مدد اُس وقت کر چکا ہے جب انھیں کافر لوگوں نے ایسے وقت (مکے سے) نکالا تھا جب وہ دو آدمیوں میں سے دوسرے تھے، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔)

رسول اللہ ﷺ جب مکے سے ہجرت کرنے کے لیے نکلے آپ ﷺ کو مشرکین مکہ کے تعاقب کا اندیشہ ہوا تو آپ ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ غارِ ثور میں چلے گئے اور اُسی میں چھپے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو اُن سے محفوظ رکھا اور مشرکین نامراد اور ناکام ہو کر واپس ہو لیے، جب کہ رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کے قدموں کو دیکھ رہے تھے اور اُن کی باتیں سن رہے تھے۔

آپ ﷺ کو بہت سی اور بھی تکالیف کا سامنا ہوا، جو کہ سیرت نبویہ میں معروف و مشہور ہیں۔ ان تکالیف میں سے یہ بھی ہے کہ قریش کے مشرکین آپ ﷺ کو اذیت دیا کرتے اور جب آپ نماز میں مشغول ہوتے تو مشرکین آپ پر اوجھڑی پھینک دیا کرتے۔ ابو جہل، ربیعہ کے بیٹے، ابوسفیان بن صخر، عاص بن وائل اور عقبہ بن ابی معیط وغیرہ آپ کو قتل کرنے کی کوشش کرتے، آپ کو کھلم کھلا سب و شتم کرتے، جھٹلاتے، مذاق اڑاتے اور آپ پر یہ تہمت لگاتے کہ آپ دیوانے ہیں، یہاں تک کہ آپ ﷺ اور پورے بنی ہاشم کو گھاٹی میں قید کر کے ڈرایا دھمکایا گیا۔

غرض آپ ﷺ کو بہت تکلیفیں دی گئیں، جن کی فہرست کافی طویل ہے۔

لیکن جب آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ! آپ مشرکین اور کفار کے حق میں بددُعا فرمائیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میں لعنت اور بددُعا کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا ہوں، بل کہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔''

پھر اُس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نصرت اور غلبہ عطا فرمایا۔ دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کر دیا اور اُن کافروں، سرکشوں اور اُن کے علاوہ جھٹلانے میں مبتلا لوگوں کو ہلاک کر ڈالا، جو دِین کا مذاق اڑانے والے مسلمانوں کے دشمن تھے اور نبی کریم ﷺ سے کھلم کھلا اعلان جنگ کر چکے تھے اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت دے کر اُن میں سے جو بچے کھچے تھے انھیں ذلیل و خوار کر دیا۔''

دادا جان نے بتایا۔

''ٹھیک ہے دادا جان! جزاک اللہ! میں نے آپ کی باتوں کو محفوظ کر لیا ہے۔'' انس مسکراتے ہوئے بولا۔

......☆......

اگلے دن انس پھر اِسکول سے بھاگتا ہوا سیدھا دادا جان کے پاس آیا اور اُنھیں اپنی اول پوزیشن کی سند دکھائی۔ دادا جان نے جیب سے پانچ سو کا نوٹ اسے دیا اور بولے: ''بیٹا! یہ تمھارا انعام ہے، اور یہ صرف تقریر کرنے کے لیے نہیں، بل کہ ہمیشہ یاد رکھنے کے لیے، دوسروں کو ترغیب دینے اور نبی ﷺ کی طرح زندگی میں صبر کرنے کے لیے ہے، یہ تم اپنے دوستوں کو بھی بتانا۔''

''جی! ٹھیک ہے دادا جان! ان شاء اللہ میں ان تمام باتوں پر خود بھی عمل کروں گا اور دُوسروں کو بھی بتاؤں گا۔'' انس نے خوش ہو کر کہا۔

البدر البرکہ اسکول کے لکھاری

ختم نبوت

نام: بریرہ ایاز صدیقی ۔ جماعت: ہشتم ۔ سیکشن: بی۔
شاخ: گلشن سیکنڈری

''ختم نبوت پر جی جان لٹا دیں گے
ہم حق کے سپاہی ہیں ، باطل کو مٹا دیں گے''

صبح سے شام ہو چکی تھی، لیکن احسن پر تو بس جوش سوار تھا، مسلسل یہ شعر پڑھے جا رہا تھا۔

دادی جان جو یہ شعر سن کر مسکرا رہی تھیں، انھوں نے احسن کو بلایا اور پیار سے پوچھا:

''بیٹا احسن! یہ شعر تو بہت پیارا ہے، کہاں سے سنا ہے آپ نے؟''

''ارے واہ! یہ تو آپ کو بھی اچھا لگ رہا ہے۔ یہ شعر میں نے آج اسکول میں سنا، مجھے اتنا پسند آیا کہ بس کیا بتاؤں۔'' احسن نے خوشی سے کہا۔

''اچھا جی! ویسے اس شعر کا مطلب جانتے ہو؟''

''جی دادی جان! اس لیے تو پڑھ رہا ہوں۔ اس کا مطلب ہے کہ دشمن کو جان سے مار دو اور ڈرو نہیں۔'' احسن نے معصومیت سے ہاتھ کو بلند کرتے ہوئے کہا تو دادی جان کو بے ساختہ ہنسی آ گئی۔

''بیٹا! لیکن یہ تو بتایئے کہ ہمارا دشمن ہے کون؟'' دادی جان نے دوبارہ سوال پوچھا۔

اس نے سر کھجاتے ہوئے جواب دیا:

''دادی جان! وہی نا جو آپ کی بات نہ مانے، جیسے اکثر ہم اسکول میں کہہ دیتے ہیں: وہ تو میرا دشمن ہے۔''

''کون تمھارا دشمن ہے؟''

فاطمہ نے، احسن کی بڑی بہن جو ابھی دادی جان کے کمرے میں داخل ہوئی تھی، احسن کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

''ارے، کوئی بھی نہیں۔ میں تو دادی جان کو دشمن کا مطلب بتا رہا تھا۔'' احسن نے جواب دیا۔

''فاطمہ بیٹا! آؤ، آپ بھی بیٹھ جاؤ۔ میں آپ دونوں کو اُس شعر کا مطلب بتاتی ہوں جو احسن صبح سے پڑھ رہا ہے۔'' دادی جان نے مسکراتے ہوئے فاطمہ سے مخاطب ہو کر کہا۔

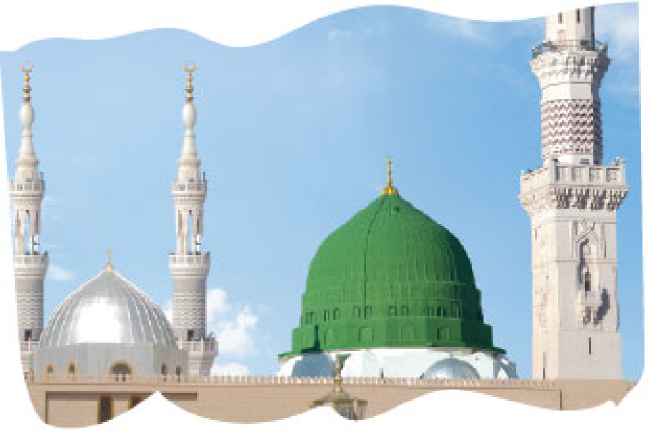

''جی اچھا، ویسے یہ شعر ہے تو لا جواب۔''

فاطمہ نے کہا تو دادی جان نے اس کی تائید کی۔

''دادی جان! اس شعر میں ختم نبوت کا لفظ استعمال ہوا ہے، یہ ختم نبوت کیا ہے؟'' احسن نے پوچھا۔

''بیٹا! ختم نبوت ایک ایسا عقیدہ ہے جس پر یقین رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے، اس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ ختم نبوت کا مطلب ہے کہ نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے، آپ ﷺ کے بعد اب کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ آپ ﷺ ہی آخری نبی اور رسول ہیں اور بیٹا! جو آقا ﷺ کے بعد کسی بھی قسم کی نئی نبوت کا دعویٰ کرے وہ مرتد اور دائرۂ اسلام سے بالکلیہ خارج ہے۔ بیٹا! اب آپ کی سمجھ میں آیا؟'' دادی جان نے جواب طلب نظروں سے دونوں کی طرف دیکھا۔

’’جی دادی جان!‘‘ دونوں نے ایک ساتھ جواب دیا۔

’’لیکن دادی جان! اس شعر میں باطل کا بھی تو ذِکر ہے، یہ باطل کیا ہے؟‘‘ فاطمہ نے پوچھا۔

’’جی بیٹا! میں آپ کو بتاتی ہوں کہ باطل کیا ہے۔‘‘ دادی جان ایک لمحے کے لیے رکیں اور دونوں کے چہروں پر نظر ڈالی، جو ہمہ تن گوش ہو کر سننے کے لیے بے چین تھے۔

’’بیٹا! باطل کا مطلب ہے: جھوٹا، غلط، ایسی بات جو حقیقت سے خالی اور حق کے خلاف ہو۔ تو بیٹا! ختمِ نبوت کا مطلب تو یہ ہے نا کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، لیکن اب کیا ہوا؟ ایک جماعت جو کہ بالکل جھوٹی ہے، اس نے ایک گندے، گھٹیا شخص کو نبی مان لیا۔ اس انتہائی جھوٹے شخص کا نام مرزا قادیانی ہے۔ اس جھوٹے عقیدے پر یقین رکھنے والوں کو مرزائی یا قادیانی کہتے ہیں۔‘‘ دادی جان ایک لمحے کے لیے رکیں تو اَحسن نے افسوس بھرے لہجے میں کہا:

’’اوہ دادی جان! یہ کتنی غلط بات ہے۔‘‘

’’جی ہاں بیٹا! جب کہ آپ ﷺ نے فرما دیا ہے:

’’اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ‘‘

(میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔)

اس کے باوجود کچھ لوگ اس بات کو نہیں مانتے تو یہ باطل نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا ان سے بڑا کوئی اور جھوٹا ہے؟‘‘ دادی جان نے کہا۔

’’اوہ! تو یہ ہے باطل! کتنے بڑا جرم ہے یہ ان جھوٹوں اور بے وقوفوں کا! ان کا تو کام تمام کر دینا چاہیے۔‘‘ اَحسن جوش میں بولا۔

’’جی ہاں، واقعی! باطل کو مٹا دینا چاہیے۔‘‘ فاطمہ نے بھی اس کی تائید کی۔

دادی جان نے دونوں کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھا اور کہا:

’’بیٹا! لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ آج کل اس بات کو اِتنی اہمیت نہیں دی جا رہی ہے اور ہماری نوجوان نسل، جو اِس عقیدے سے پوری طرح واقف نہیں ہے، سوشل میڈیا کے ذریعے ان کے جال میں پھنس رہی ہے۔ ہمیں تو چاہیے کہ ہم ختمِ نبوت کے دفاع کے لیے جان بھی قربان کر دیں۔ بس، اللہ تعالیٰ ہمیں آخری دم تک ختمِ نبوت کی حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری نوجوان نسل کو ہدایت دے۔‘‘ دادی جان نے درد بھرے لہجے میں کہا۔

’’آمین، ثم آمین!‘‘ دونوں نے یک زبان ہو کر کہا۔

’’ہم ختمِ نبوت پر جی جان لٹا دیں گے
ہم حق کے سپاہی ہیں، باطل کو مٹا دیں گے‘‘

’’دادی جان! ان شاءاللہ! میں بڑا ہو کر عقیدۂ ختمِ نبوت کا سپاہی بنوں گا اور باطل کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دوں گا۔‘‘ احسن نے جوش سے کہا۔

’’ان شاءاللہ!‘‘ سب نے مل کر ایک ساتھ کہا اور احسن دوبارہ اس شعر کو پڑھتے ہوئے باہر کی طرف چل پڑا، بل کہ اب تو وہ اور جوش و خروش سے پڑھ رہا تھا۔

صفائی ایمان کا حصہ ہے

نام: عبداللہ نوید۔ جماعت: ہشتم۔ سیکشن: اے۔
شاخ: نارتھ ناظم آباد بوائز

دینِ اسلام میں صفائی کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ چناں چہ کہا جاتا ہے کہ صفائی ایمان کا حصہ ہے۔

صفائی سے حاصل ہونے والے فوائد مندرجہ ذیل ہیں:

☆ صفائی ہمیں بہت سی بیماریوں سے بچاتی ہے۔
☆ جسمانی صحت اور تن درستی کے لیے صفائی بہت ضروری ہے۔
☆ صاف ستھرے لوگوں کو دوسرے لوگ بھی پسند کرتے ہیں۔
☆ اگر اِنسان اپنے اردگرد کے ماحول کو صاف ستھرا نہ رکھے تو بہت سی بیماریاں پیدا ہو جائیں گی۔

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم خود بھی صاف ستھرے رہیں اور اپنے معاشرے کو بھی صاف ستھرا رکھیں۔

خط جو آپ کا ملا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

☜ جولائی کا شمارہ شان دار تھا۔ ''علیک سلیک'' پڑھ کر اپنے اس نئے سال کو بہترین بنانے کا عزم کیا۔ ''بلا عنوان'' زبردست تھی۔ ''غلط سوچ'' بھی اچھی تحریر تھی۔ ''کام یابی گر چاہتے ہو'' اچھی اور سبق آموز نظم تھی۔ ''گہرا تعلق'' لاجواب تھی۔ ''بس ایک منٹ'' مناسب تحریر تھی۔ ''ذوقِ مصوری'' میں اپنی مصوری دیکھ کر دِل باغ باغ ہوگیا۔ نظم ''نبی کے صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین)'' زبردست تھی۔ ''خوشی کا راز''، ''پھر کیا ہوا؟'' اور ''جادوگر'' عمدہ کہانیاں تھیں۔ ''جنگل کا گندورو'' اور نافرمانی کی سزا''، دونوں اچھی اور سبق آموز کہانیاں تھیں۔ ''خط جو آپ کا ملا'' میں اپنا ایک اور خط دیکھ کر خوشی دوبالا ہوگئی۔

(محمد حمزہ اویس۔ کراچی)

☆ اسی خوشی میں آپ ''شہ بالا'' تو نہیں ہوگئے!

☜ جولائی کے شمارے کا سرورق سرسبز و شاداب تھا۔ ''علیک سلیک'' میں اچھی ترغیب دی گئی۔ ''بلا عنوان'' میں عفو و درگزر کا سبق دیا گیا۔ ''غلط سوچ'' اصلاحی تحریر تھی۔ ''بکھرے موتی'' نمایاں تھے۔ ''گہرا تعلق'' روشن تحریر تھی۔ دیگر تمام تحریریں بھی اپنی مثال آپ تھیں۔ انعامی سلسلوں میں نیا انعامی سلسلہ ''رنگین راز'' مشکل سا لگ رہا ہے۔ آپ خود کہتے ہو کہ یہ کھیل اتنا آسان بھی نہیں ہے تو اِس سے بہتر ''تعلیمی کھیل'' ہی تھا۔ ہم نے تو اِس بار حل نہیں کیا۔ خط کا جواب پسند آیا۔

(حافظ محمد اشرف۔ حاصل پور)

☆ ''رنگین راز'' حل کرنے میں آپ کو کیا مشکل پیش آ رہی ہے؟ دیگر قارئین بھی رائے دے دیں۔

☜ جولائی کے شمارے میں اپنا خط دیکھ کر بہت خوشی ہوئی اور شمارہ بھی پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ سب تحریریں نمایاں تھیں۔

(زہرہ بلال۔ حاصل پور)

☆ ایک بار پھر خوش ہوجائیں۔

☜ جولائی کا شمارہ نہایت دل کش اور سحر انگیز تھا، خصوصاً سرورق پر پہاڑوں پر بنے ہوئے گھر ایک خوب صورت منظر پیش کر رہے تھے۔ شمارے کے آغاز میں ''پیغامِ الٰہی'' اور ''پیغامِ نبوی ﷺ'' پڑھ کر دِل کو سکون ملا۔ اس کے بعد فہرست پر نظر ڈالی اور پھر ''علیک سلیک'' پڑھی، جس میں سب سے پہلے نئے اسلامی سال کا ذِکر کیا گیا تھا۔ ''سیرت کہانی'' پڑھ کر دِل باغ باغ ہوگیا۔ کہانی ''بلا عنوان'' میں سعد کو والدین کی خدمت کا صلہ کام یابی کی صورت میں ملا۔ ''غلط سوچ'' ایک طویل، لیکن دل چسپ کہانی تھی، آخر میں دیا گیا اخلاقی سبق اسے اور بھی جان دار بنا گیا۔ ''انو منو کا دسترخوان'' اور ''بکھرے موتی'' جیسے سلسلے ہمیشہ کی طرح خوب صورت اور دِل چسپ تھے۔ نظم ''کام یابی گر چاہتے ہو'' بھی بہت عمدہ اور حوصلہ افزا تھی۔ ''بوتل کا بادل'' جیسی سائنسی معلومات پر مبنی تحریر بچوں میں علم کا شوق پیدا کرنے کا ذریعہ بنی۔ ''گہرا تعلق'' ایک نہایت عمدہ کہانی تھی۔ ''بس ایک منٹ'' بھی ٹھیک رہی، تاہم ''دھوپ اور نبیل''

نے ایک انوکھے انداز میں بچوں کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ کہانی میں دھوپ کی گفتگو نے دل پر خاص اثر چھوڑا۔ ''ذوقِ مصوری'' میں سبھی کی کاوشیں قابلِ داد تھیں۔ ''نبی کے صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین)'' پر مبنی تحریر بہت عمدہ تھی۔ ''خوشی کا راز'' نے دل خوش کر دیا، اور ''کھلونا گھر'' ایسی کہانی تھی کہ ایک بار پڑھنا شروع کی تو آخر تک پڑھی، بوریت کا احساس نہیں ہوا۔ ماشاءاللہ! بہت اعلیٰ تحریر! اس کے بعد غیبت کے موضوع پر ایک دل پر اثر کرنے والی تحریر پڑھنے کو ملی۔ ''جادوگر''، ''شکر پارے''، سبھی دل چسپ تھے۔ ''جنگل کا گندورو'' کہانی میں کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کا پیغام بہت اہم اور صحت افزا ہے۔ اب مجھے اجازت دیجیے۔

(سیدہ عروج فاطمہ۔ ملتان)

☆ اتنا تفصیلی اور جامع تبصرہ! لگتا ہے کسی جامعہ میں پڑھتی ہیں!

اعلان برائے
خط جو آپ کا ملا

عام طور سے اس خط کے شائع ہونے کی اُمید زیادہ ہوتی ہے، جس میں:

☆ ماہ نامہ ''ذوق وشوق'' سے متعلق کوئی مناسب سوال پوچھا جائے۔

☆ سرورق، تزئین، مستقل سلسلوں، کہانیوں، مضامین اور انعامی سلسلوں پر تبصرہ ہو۔

☆ کوئی اچھی تجویز ہو۔ ☆ تعمیری تنقید ہو۔

☆ نام اور پتا اپنا مکمل ہو۔ ☆ مزاحیہ سا انداز ہو۔

☆ اختصار سے کام لیا گیا ہو۔

بقیہ: بغیر پائلٹ کے پرواز

4۔ سیل جوڑیں:

موٹر کے تار سیل سے جوڑیں۔ درمیان بٹن لگا دیں، تاکہ کھول اور بند کیا جا سکے۔

بیٹری کو کسی ہموار جگہ پر رکھیں، تاکہ وزن متوازن رہے۔

5۔ اب بٹن کھولیں:

جیسے ہی پروپیلر گھومے گا، جہاز کو ہاتھ سے ہلکا سا دھکا دیں اور پھر..... پرواز!

جہاز نہ صرف آگے بڑھے گا، بل کہ سیدھی لائن میں لمبا سفر کرے گا، جو عام کاغذی جہاز سے 5 گنا زیادہ شان دار ہوگا۔

مگر یہ اڑا کیسے؟

پہلی چیز ہے دھکا: یہ وہ طاقت ہے جو جہاز کو آگے کی طرف دھکا دیتی ہے۔ موٹر، پنکھا یا ربڑ بینڈ، جو بھی چیز دھکا دے۔

دوسری چیز ہے اوپر اُٹھانا: یہ طاقت نیچے سے جہاز کو اُوپر کی طرف اٹھاتی ہے، جیسے کوئی کہے: ''چلو بھائی! اُڑ جاؤ!''

جب پنکھا جہاز کو آگے دھکیلتا ہے اور اُس کے پَر ہوا کو نیچے کی طرف دھکیلتے ہیں تو ہوا پلٹ کر جہاز کو اُوپر دھکیلتی ہے۔

تیسری چیز ہے ''روکنا''۔

یہ وہ طاقت ہے جو ہوا کی طرف سے آتی ہے، گویا یوں کہتی ہے: ''اتنی آسانی سے نہیں اُڑنے دوں گی''۔

ہوا ہمیشہ ہر چیز کو روکنے کی کوشش کرتی ہے۔ جب جہاز آگے بڑھتا ہے تو ہوا اُسے پیچھے کی طرف دھکیلتی ہے۔

آخری چیز ہے: اب آتے ہیں سب سے سست، مگر سب سے زوردار انکل کی طرف یہ ہے کششِ ثقل۔

یہ زمین کی وہ طاقت ہے جو ہر چیز کو نیچے رکھنا چاہتی ہے، چاہے وہ جہاز ہو یا کوئی اور چیز۔

یہ وہ جہاز ہے جو کم بجلی پر زیادہ اُڑتا ہے۔

آپ بتائیں کہ کیسا رہا آپ کا یہ تجربہ!

بلاعنوان (۲۱۵) شمارہ جولائی ۲۰۲۵ء کے بہترین عنوان ارسال کرنے والے تین قارئین

اول: ''محنت کی عظمت'' جویریہ بنت عبدالجبار۔کراچی **دوم:** ''برگروالا'' محمد شہیر منیب۔کراچی **سوم:** ''امید کی کرن'' محمد حمزہ اویس۔کراچی

اچھے عنوانات ارسال کرنے والے دیگر قارئین

کراچی: آیان بن سہیل، محمد عکاشہ ساگر، محمد سہیل اویس، نبہان مدنی، محمد حافظ، امان اللہ، فریحہ انصاری، آمنہ بنت جنید، محمد اسامہ، عبدالرحمٰن فیصل، عبداللہ بن محمد، منزہ بنت اویس، محمد بن قاسم، عبدالرحمٰن بن کامران، عبدالہادی امین، ہادیہ مریم، محمد عمرو بن نواز خان۔ **لاڑکانہ:** حافظہ عائشہ۔ **نوشہروفیروز:** محمد ارسلان فلک۔ **حاصل پور:** حافظ محمد اشرف۔ **کہروڑ پکا:** دانیال حسن۔ **بورے والا:** محمد ذبیح اللہ۔ **منڈی بہاؤالدین:** محمد بن عبیداللہ۔ **خوشاب:** ام سلمٰی۔ **راول پنڈی:** شفق نور، عبدالہادی امین۔

ذوق معلومات (۱۱۳) شمارہ جولائی ۲۰۲۵ء کے تین انعام یافتہ قارئین

کراچی: ☆امان اللہ۔ **کہروڑ پکا:** دانیال حسن۔ **راول پنڈی:** جویریہ زہرا۔

درست جواب ارسال کرنے والے دیگر قارئین

کراچی: جویریہ عبدالجبار، آمنہ بنت جنید، محمد احمد، زین العابدین، حافظ محمد بن عمرو، عمر بن شہباز، صالحہ یامین، محمد حمزہ اویس، منزہ بنت اویس، محمد سہل اویس، محمد بن قاسم، فریحہ انصاری، محمد جنید۔ **نوشہروفیروز:** محمد ارسلان فلک۔ **حاصل پور:** حافظ محمد اشرف۔ **منڈی بہاؤالدین:** محمد بن عبیداللہ۔ **بورے والا:** محمد ذبیح اللہ۔ **خوشاب:** ام سلمٰی۔

سوال آدھا جواب آدھا (۷۰) شمارہ جولائی ۲۰۲۵ء کے تین انعام یافتہ قارئین

کراچی: جویریہ بنت عبدالجبار☆ یوشع احمد۔ **راول پنڈی:** ☆ عبدالہادی امین۔

درست جوابات ارسال کرنے والے دیگر قارئین

کراچی: محمد بن قاسم، محمد سہل اویس، منزہ بنت اویس، محمد حمزہ اویس، امان اللہ، محمد عمر، آمنہ بنت جنید، زنیرہ بنت محمد انیس۔ **نوشہروفیروز:** محمد ارسلان فلک۔ **کہروڑ پکا:** دانیال حسن۔ **حاصل پور:** حافظ محمد اشرف۔ **راول پنڈی:** خولہ احسن۔

رنگین راز (۲) شمارہ جولائی ۲۰۲۵ء کے تین انعام یافتہ قارئین

کراچی: مریم بنت شجاعت☆ ہادیہ منور☆ ارحان۔

درست جوابات ارسال کرنے والے دیگر قارئین

کراچی: ابوبکر، محمد عثمان، سفینہ ساجد۔ **حیدرآباد:** ماریہ شوکت۔ **اسلام آباد:** نازیہ عرفان۔

انعامی سرورق شمارہ جولائی ۲۰۲۵ء کی انعام یافتہ قاریہ

راول پنڈی: امیمہ زہرا۔

درست جواب ارسال کرنے والے دیگر قارئین

کراچی: منزہ بنت اویس، محمد حمزہ اویس، محمد بن قاسم، محمد سہل اویس، آمنہ جنید، اہلیہ محمد یامین، ہبہ طلحہ، محمد عکاشہ ساگر، حفصہ بابر، سلمٰی طلحہ، عبدالرحمٰن فیصل، محمد خالد بن عبدالجبار، عبدالرحمٰن بن محمد انور، شعیب بن سلیم، محمد اسامہ، یوشع احمد، ابان مدنی، محمد شہیر منیب۔ **نوشہروفیروز:** محمد ارسلان فلک۔ **لاڑکانہ:** حافظ عبدالرؤف۔ **حاصل پور:** حافظ محمد اشرف۔ **کہروڑ پکا:** دانیال حسن۔ **خوشاب:** ام سلمٰی۔

کوپن برائے
بلاعنوان ۲۱۷

نام: ____________________ ولدیت: ____________________

مکمل پتا: ____

فون نمبر: ____________________

کوپن برائے
ذوقِ معلومات ۱۱۵

نام: ____________________ ولدیت: ____________________

مکمل پتا: ____

فون نمبر: ____________________

کوپن برائے
سوال آدھا جواب آدھا ۱۷

نام: ____________________ ولدیت: ____________________

مکمل پتا: ____

فون نمبر: ____________________

کوپن برائے
رنگین راز ۴

نام: ____________________ ولدیت: ____________________

مکمل پتا: ____

فون نمبر: ____________________

کوپن برائے
اضافی چابی

نام: ____________________ ولدیت: ____________________

مکمل پتا: ____

فون نمبر: ____________________

ہدایات: ☆ جوابات 30، ستمبر 2025ء تک ہمیں موصول ہوجانے چاہییں...... ☆ ایک کوپن ایک ہی ساتھی کی طرف سے قبول کیا جائے گا......

☆ کمیٹی کا فیصلہ حتمی ہوگا جس پر اعتراض قابلِ قبول نہیں ہوگا۔ مقررہ تاریخ کے بعد موصول ہونے والے جوابات قرعہ اندازی میں شامل نہیں کیے جائیں گے۔

☆ کوپن کو قلم سے پُر کر کے اور جواب صاف کاغذ پر لکھ کر واضح تصویر کھینچ کر اِس نمبر (0300-2229899) پر واٹس ایپ بھی کر سکتے ہیں۔

ماہانہ نماز جدول (برائے ماہ ستمبر 2025ء)

پیارے قارئین ! ماہ نامہ ذوق وشوق کے نماز جدول کے ساتھ نماز کا شوق بڑھائیں۔ نماز پڑھیں، نشان لگائیں اور بڑوں سے دستخط کروا کر اُن کی دُعائیں لیں۔

تاریخ	دن	فجر	ظہر	عصر	مغرب	عشا	دستخط والدین/سرپرست
1	پیر						
2	منگل						
3	بدھ						
4	جمعرات						
5	جمعہ						
6	ہفتہ						
7	اتوار						
8	پیر						
9	منگل						
10	بدھ						
11	جمعرات						
12	جمعہ						
13	ہفتہ						
14	اتوار						
15	پیر						
16	منگل						
17	بدھ						
18	جمعرات						
19	جمعہ						
20	ہفتہ						
21	اتوار						
22	پیر						
23	منگل						
24	بدھ						
25	جمعرات						
26	جمعہ						
27	ہفتہ						
28	اتوار						
29	پیر						
30	منگل						

ماں اور اس کی ممتا پر لکھی جانے والی ایک عظیم کتاب

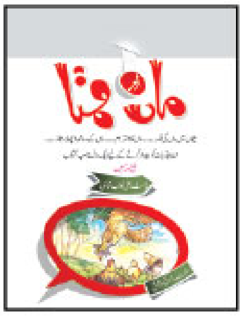

- ماں کا وجود ایک رحمت ہے
- ماں دنیا کی عظیم ترین دولت ہے........
- ماں کی آغوش تحفظ کا احساس دلاتی ہے
- بچوں میں ماں کی قدر و قیمت....ماں کا احترام....ماں کے ساتھ اچھا برتاؤ....ماں کا دل نہ دکھانا.... جیسے جذبات کو بیدار کرنے کے لیے ایک بہترین، دل چسپ اور لاجواب کتاب

باپ قدرت کا ایک عظیم تحفہ اور بہت بڑی نعمت ہے

- باپ کا سایہ شفقت تحفظ کا احساس دلاتا ہے
- باپ کے دم سے ہی گھر میں رونق اور خوشی کا احساس ہوتا ہے
- باپ ایک ایسا وجود ہے جو ہر قسم کی پریشانیوں، تکالیف اور مصائب کے سامنے چٹان بن کر کھڑا رہتا ہے
- والد کی اپنی اولاد سے شدید محبت و شفقت اور ان کے لیے سخت محنت کا احساس دلاتی کہانیاں
- ان کہانیوں کا مطالعہ والد کی خدمت اور اطاعت کا جذبہ پیدا کرے گا اور جنت میں داخلے کا ذریعہ ثابت ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ

پہلی کلاس سے میٹرک تک کی طالبات کے لیے دل چسپ کہانیاں

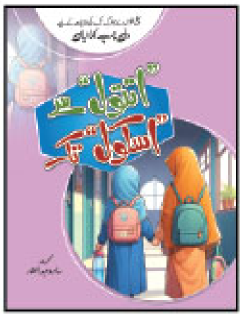

- طالبات کے اخلاق و کردار سنوارنے والی بہترین تربیتی کہانیاں
- بچیوں کی اخلاقی اور معاشرتی تربیت پر مشتمل جماعت وار کہانیاں
- ان کہانیوں میں بچیوں کے لیے دل چسپ کرداروں کے ذریعے راہ نمائی کی گئی ہے
- یہ کہانیاں بچیوں کی کردار سازی کے ساتھ ساتھ، ان کو اپنی ذمہ داریاں نبھانے میں بھی معاون ہوں گی ان شاء اللہ تعالیٰ

بچوں کی درست سمت میں راہ نمائی کرتی کہانیاں

- بچوں کے ماہر نفسیات اور نامور لکھاری جناب ڈاکٹر عمران مشتاق صاحب کے قلم سے
- بچوں کی تعلیم و تربیت اور اصلاح دین و معاشرے پر مبنی سبق آموز کہانیوں کا مجموعہ
- بچوں میں یقین، حسن اخلاق، وعدہ نبھانا اور غلطی نہ دہرانا جیسی صفات پیدا کرنے والی خوب صورت کہانیاں
- یہ کہانیاں بچوں کے اخلاق و کردار کو سنوارنے اور ان میں اچھی عادات پیدا کرنے میں معاون ہوں گی ان شاء اللہ تعالیٰ

گھر پر منگوانے کے لیے

خود بھی مطالعہ کیجیے اور متعلقین کو تحفے میں دے کر کتاب دوست بنائیے۔

www.mbi.com.pk maktababaitulilm

برائے تجاویز : +92-322-2583196

بیت العلم (الوقف)

کراچی، سندھ +92-309-2228082/89/94 لاہور، پنجاب +92-306-0142297 خیبر پختون خوا +92-309-2228078 بلوچستان +92-309-2228084